مُدلّل نماز

وضو غسل اور نماز کے اہم مسائل قرآنِ مجید، احادیث و آثار کی روشنی میں

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

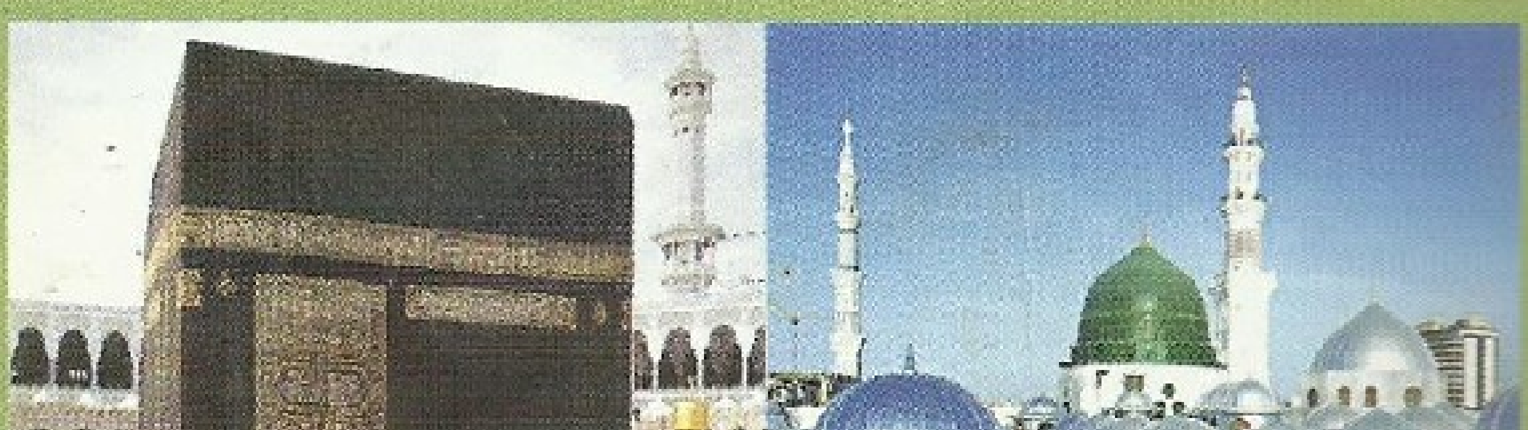

مکتبۃ البشریٰ
کراچی - پاکستان

مُدلّل نماز

وضو، غسل اور نماز کے اہم مسائل قرآنِ مجید، احادیث و آثار کی روشنی میں

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۃ البشریٰ

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
راہ نما اشارے	۸
اسلامی احکام کے مآخذ و دلائل	۱۱
حاصل کلام	۱۸
طہارت	۱۹
قضائے حاجت واستنجا کے آداب	۲۰
بیت الخلاء میں جانے کی دعا	۲۳
بیت الخلاء سے فارغ ہونے کے بعد کی دعا	۲۳
دوسری دعا	۲۴
وضو کی فرضیت	۲۴
وضو کی نیت	۲۵
وضو بسم اللہ سے شروع کرنا	۲۶
وضو کا طریقہ	۲۸
چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے	۳۱
کامل وضو کی برکات	۳۲
وضو کرتے وقت پانی اور وقت ضائع نہ کیا جائے	۳۳
وضو کے بعد کی دعا	۳۴

مضمون	صفحہ
غسل جنابت کی فرضیت	۳۴
غسل کا طریقہ اور اس کے آداب	۳۴
جمعہ کے دن کا غسل سنت ہے	۳۶
عید کے دن کا غسل سنت ہے	۳۶
نماز	۳۷
نماز کی عظمت واہمیت	۳۷
نماز کی فرضیت	۳۸
نماز تمام انبیا علیہم السلام کی شریعتوں کا بنیادی رکن ہے	۳۸
نماز پر گناہوں کی معافی	۴۲
پانچ وقت کی نماز	۴۳
پانچ وقت کی فرض نماز اور اس کے اوقات	۴۵
نمازِ صبح کا وقت طلوعِ صبح صادق سے طلوعِ شمس تک ہے	۴۷
صبح کی نماز کا مستحب وقت اسفار ہے	۴۷
نمازِ ظہر کا وقت زوالِ شمس سے دو مثل سایہ تک ہے	۴۹

مضمون	صفحہ
نمازِ ظہر کا مستحب وقت	۵۱
نمازِ عصر کا وقت ظہر کے آخر وقت سے غروب شمس تک ہے	۵۳
نماز عصر کا مستحب وقت اصفرار شمس سے پہلے پہلے	۵۴
نمازِ مغرب کا وقت	۵۶
نمازِ مغرب کا مستحب وقت	۵۷
نمازِ عشا کا وقت	۵۸
نماز عشا کا مستحب وقت	۵۹
عشا کے وقت میں ضعیف اور بیمار کی رعایت	۶۰
اول وقت میں نماز کی احادیث پر تبصرہ	۶۱
نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا فرض ہے	۶۴
نماز کے مقرر اوقات متواتر احادیث سے ثابت ہیں	۶۷
اوقات نماز کی عملی تعلیم اور امامتِ جبریل علیہ السلام	۶۷
تاخیر نماز کا سبب بننے پر سخت بددعا	۶۹
نمازِ خوف کی احادیث سے اوقات نماز کی اہمیت	۷۰
جمع بین الصلوتین	۷۳
پہلی وجہ ترجیح	۷۴
دوسری وجہ ترجیح	۷۴
تیسری وجہ ترجیح	۷۶
اذان واقامت	۷۷
اذان کی عظمت واہمیت	۷۷
اذان کے الفاظ	۸۰
اذان میں ترجیع نہیں ہے	۸۱
صبح کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کا اضافہ	۸۳
اذان کا جواب اوراس کی فضیلت	۸۴
اذان کے بعد کی دعا اوراس کی فضیلت	۸۵
اقامت کے سترہ کلمات	۸۶
اقامت کا جواب	۹۰
شرائط وارکانِ نماز	۹۱
نمازی کے بدن، کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا	۹۱
نماز میں سترعورت فرض ہے	۹۱
استقبال قبلہ فرض ہے	۹۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نماز کی نیت فرض ہے	۹۳	پہلی قوی سند	۱۱۶
نماز میں قیام فرض ہے	۹۳	دوسری قوی سند	۱۱۶
تکبیر تحریمہ فرض ہے	۹۴	تیسری قوی سند	۱۱۷
نماز کا طریقہ	۹۴	چوتھی قوی سند	۱۱۷
تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے	۹۵	پانچویں قوی سند	۱۱۷
عورت سینے کے برابر ہاتھ اٹھائے	۹۶	فاتحہ کے بعد آمین کہنا	۱۲۵
قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا	۹۶	آمین آہستہ کہنا چاہیے	۱۲۵
ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا	۹۸	رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہنا	۱۳۲
سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ إلخ پڑھنا	۱۰۰	**مسئلہ رفع الیدین**	۱۳۳
تعوذ	۱۰۴	رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے	
تسمیہ	۱۰۵	وقت رفع یدین نہیں ہے	۱۳۳
تعوذ اور تسمیہ کا آہستہ پڑھنا	۱۰۶	سجدہ میں رفع یدین	۱۴۱
امام صاحب نماز میں فاتحہ پڑھے اس کے		دوسری رکعت کی طرف اُٹھتے وقت رفع یدین	۱۴۲
ساتھ سورت بھی ملائے	۱۱۱	تیسری رکعت کی طرف اُٹھتے وقت رفع یدین	۱۴۲
منفرد فاتحہ پڑھے اس کے ساتھ اور قرأت		نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین	۱۴۳
بھی کرے	۱۱۱	حاصل کلام	۱۴۴
قراءت خلف الامام	۱۱۲	**بقیہ ارکانِ نماز**	۱۴۵
مقتدی امام کی قراءت کے وقت خاموش		رکوع کرنا	۱۴۵
رہے امام کی قراءت مقتدی کی قرات ہے	۱۱۲	رکوع کی ہیئت وصورت	۱۴۵

مضمون	صفحہ
رکوع کی تسبیح	۱۴۶
رکوع اطمینان سے ادا کرنا	۱۴۷
رکوع ناتمام کرنا بدترین چوری ہے	۱۴۷
رکوع کے بعد تسمیع و تحمید کہنا	۱۴۸
مقتدی صرف تحمید کہے	۱۴۸
سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ رکھے	۱۴۸
سجدہ کی فرضیت	۱۴۹
سجدہ انتہائی قرب خداوندی کا ذریعہ ہے	۱۵۰
سجدہ کی ہیئت و آداب	۱۵۰
سات اعضا پر سجدہ کرنا	۱۵۱
سجدہ کی تسبیح	۱۵۱
رکوع و سجود و قومہ و جلسہ اطمینان سے ادا کرنا	۱۵۲
عورت کے سجدہ کی کیفیت	۱۵۲
دو سجدوں کے درمیان بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا	۱۵۳
دوسرے سجدہ سے اُٹھتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنے اُٹھانا	۱۵۳
دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے، بیٹھے نہیں	۱۵۴

مضمون	صفحہ
دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی مانند ادا کی جائے	۱۵۵
دوسری رکعت میں ثنا اور تعوذ نہیں ہے	۱۵۶
دوسری رکعت میں فاتحہ کیساتھ سورت ملانا	۱۵۶
قعدہ کی ہیئت	۱۵۶
نماز میں عورت کے بیٹھنے کی مسنون صورت	۱۵۹
قعدہ میں دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے	۱۶۰
تشہد کے الفاظ	۱۶۰
قعدۂ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھا جائے	۱۶۲
قعدہ میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا	۱۶۲
پہلے ہتھیلی کھلی رکھے اشارہ کے وقت انگلیاں بند کرے	۱۶۶
اشارہ کے سوا انگلی کو کوئی اور حرکت نہ دے	۱۶۷
آخری قعدہ میں درود شریف	۱۶۸
نماز میں درود شریف کے بعد دعا	۱۷۰
نماز کے آخر میں دائیں بائیں منہ پھیر کر سلام کہنا	۱۷۰
نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا	۱۷۲

مضمون	صفحہ
نماز کے بعد دعا کا ثبوت واستحباب	۱۷۳
نماز کے بعد دعا	۱۷۳
ہاتھ اُٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے	۱۷۴
دعا کا طریقہ	۱۷۶
دعا کے خاتمہ پر آمین	۱۷۷
نماز باجماعت	۱۷۸
مسجد میں نماز باجماعت کا اہتمام	۱۷۸
امامت کا معیار	۱۷۹
صفوں کو برابر رکھنے کی اہمیّت	۱۸۰
صف اول کی فضیلت	۱۸۰
تکبیر اولیٰ پانے کی فضیلت	۱۸۱
عورت کی نماز گھر میں افضل ہے	۱۸۲
نمازِ وتر	۱۸۳
نماز وتر واجب ہے	۱۸۳
وتر کی قضا لازم ہے	۱۸۴
نماز وتر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں	۱۸۴
نماز وتر میں دعائے قنوت دائمی ہے اور رکوع سے پہلے ہے	۱۸۹
دعائے قنوت کے الفاظ	۱۹۱
سنن ونوافل	۱۹۶
سنن ونوافل کا اہتمام	۱۹۶
نمازِ تراویح	۱۹۷
تراویح کی جماعت	۲۰۲
تراویح کی بیس رکعت	۲۱۵
فجر کی سنتیں بہت اہم ہیں	۲۱۹
صبح کے فرضوں کے بعد طلوعِ شمس سے پہلے سنتیں نہ پڑھنی چاہئیں	۲۱۹
پانچ مکروہ اوقات میں دوگانہ طواف اور نفل نماز ممنوع ہے	۲۲۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنۡ لَّا نَبِيَّ بَعۡدَهٗ.

أَمَّا بَعۡدُ!

راہ نما اشارے

اسلام کے فروعی، اختلافی اور اجتہادی مسائل میں ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم) اور دیگر سلف صالحین کا اختلاف حق و باطل کا اختلاف نہیں ہے، بلکہ راجح و مرجوح، اولیٰ و غیر اولیٰ اور افضل و غیر افضل کا اختلاف ہے۔

یہ فروعی اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے چلا آرہا ہے، فروعی اختلافی مسائل میں تشدد اختیار کرنا، ایک مکتبِ فکر کا دوسرے مکتبِ فکر کو گمراہ کہنا، ملامت کرنا، طعن و تشنیع کرنا درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں حدیثِ ذیل کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے:

۱۔ عَنۡ اِبۡنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا رَجَعۡنَا مِنَ الۡأَحۡزَابِ: لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الۡعَصۡرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيۡظَةَ. فَأَدۡرَكَ بَعۡضَهُمُ الۡعَصۡرُ فِي الطَّرِيۡقِ، فَقَالَ بَعۡضُهُمۡ: لَا نُصَلِّي حَتّٰى نَأۡتِيَهَا، وَقَالَ بَعۡضُهُمۡ: بَلۡ نُصَلِّي، لَمۡ يُرَدۡ ذٰلِكَ مِنَّا. فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمۡ يُعَنِّفۡ وَاحِدًا مِنۡهُمۡ.[۱]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم غزوۂ خندق سے لوٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ کے محلے میں پہنچ کر۔ پھر راستے میں عصر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ بعض نے کہا کہ ہم تو بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے اور بعض نے کہا: ہم نماز پڑھتے ہیں، آپ کا یہ مطلب

نہیں تھا (کہ نماز قضا کردو) پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس اختلاف کا ذکر کیا گیا تو آپ نے اُن میں سے کسی کو ملامت نہیں فرمائی۔

تشریح: ذوالقعدہ ۵ھ میں غزوۂ احزاب کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ظہر کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا کہ یہودی قبیلہ بنوقریظہ کے محلّہ میں جلدی پہنچو، نمازِ عصر وہیں جاکر پڑھو، ان کی غداری کی بنا پر اُن کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ صحابہ کرام فوراً بنوقریظہ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوگئے۔ سفر کے دوران عصر کی نماز فوت ہونے لگی۔ اس سلسلہ میں صحابہ کرام کا اجتہادی اختلاف پیدا ہوگیا، بعض حضرات نے حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا، عصر کی نماز راستہ میں نہیں پڑھی، بلکہ بنوقریظہ میں پہنچ کر اس کی قضا پڑھی یا بقول بعض شارحینِ حدیث نماز اول وقت سے مؤخر کرکے پڑھی، اور بعض حضرات نے قرآن وحدیث کی دوسری نصوص کی روشنی میں اس کا مقصد معلوم کرنے کی کوشش کی اور کہا: وقت پر نماز پڑھنا فرض ہے بلاعذر قضا کرنا درست نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا مقصد صرف یہ ہے کہ جلدی سے جلدی بنوقریظہ پہنچنے کی کوشش کرو۔ آپ کا یہ مقصد نہیں کہ نماز قضا کردی جائے۔ ان حضرات نے راستے میں عصر کی نماز اپنے وقت پر پڑھی، پھر بنوقریظہ قدرے تاخیر سے پہنچے۔

جب آنحضرت ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اختلافِ عمل کی اطلاع ملی تو آپ نے ان میں سے کسی بھی طبقہ کی تردید وتغلیط نہیں فرمائی، بلکہ اپنے سکوت وخاموشی سے ہر ایک کے فکر وعمل کو درست قرار دیا۔[1]

اجتہادی مسائل میں عام طور پر فکر وعمل کا اختلاف دلائل کے ظاہری اور سطحی تعارض سے پیدا ہوتا ہے یا پھر ایک نص کے معنی ومفہوم میں مختلف احتمالات کی گنجائش کی وجہ سے رونما ہوتا ہے۔ اس مقام پر اجتہاد کے تمام ضروری اوصاف[2] وشرائط کا حامل مجتہد

---

[1] عمدة القاري شرح البخاري: ج۶، ص ۲۶۴ طبع مصر، وفتح الباري شرح البخاري: ج۷، ص ۳۱۴

عالم، اخلاص و نیک نیتی سے اپنی تمام فکری، علمی، عقلی اور عملی توانائیاں صواب و خطا کی تحقیق میں صرف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل و کرم سے اس پر خلوص سعی و محنت پر اس مجتہد کو ہر حال میں اجر و ثواب سے سرفراز فرماتے ہیں۔ اسکی بے لوث جدوجہد کو شرفِ قبولیت بخشتے ہیں، خواہ وہ مجتہد حق و صواب کو پالے یا خطا کر بیٹھے۔

اس موضوع کے لیے درج ذیل نصوص ملاحظہ فرمائیں، ارشاد ربانی ہے:

۲۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا.[۱]

کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اسکی وسعت و طاقت سے زیادہ مکلّف اور ذمہ دار نہیں بناتے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں بزرگوں سے یہ مرفوع[۲] حدیث مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ وَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ وَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ وَاحِدٌ.[۳]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حاکم فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور درست فیصلہ کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور خطا کر بیٹھے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

فائدہ: ہر حال میں مجتہد ماجور اور اس کی محنت مقبول ہے، پھر جو حکم مجتہد کا ہے وہی حکم اس کے پیروکاروں کا ہے، کہ ان کا عمل بھی مقبول اور باعث اجر ہے۔

= سلف صالحین کی علمی تحقیقات اور اجماعی مسائل سے واقف ہو۔ اس کا عقیدہ، عمل، اخلاق کتاب و سنت کے مطابق ہو، متقی پرہیزگار ہو۔ (عقد الجيد للشاه ولي الله، نور الأنوار: ص ٢٤٦ وحواشيه)

[۱] البقرۃ: ۲۸۶ [۲] ''مرفوع حدیث'' محدثین کی اصطلاح میں وہ حدیث کہلاتی ہے جسکی سند رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو اور اس میں آنحضرت ﷺ کے قول یا فعل یا حال کا ذکر ہو اور اگر حدیث کی سند صحابی پر ختم ہو اور اس میں صحابی کے قول یا فعل یا حال کا ذکر ہو تو اسکو ''موقوف'' کہا جاتا ہے اور اگر حدیث کی سند تابعی پر ختم ہو اور اس میں تابعی کے قول یا فعل یا حال کا ذکر ہو تو اسکو ''مقطوع'' کہا جاتا ہے۔ (شرح نخبة الفكر: ص ١٠٤، خير الأصول: ص ٤)

[۳] البخاري: ج٢، ص ١٠٩٢، باب أجر الحاكم إذا اجتهد. مسلم: ج ٢، ص ٧٦

اسلامی احکام کے مآخذ ودلائل

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۴۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝[1]

یہ کتاب ہے (قرآن مجید) اس میں کوئی شک نہیں، خدا سے ڈرنے والوں کے لیے راہ نما ہے۔

۵۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ[2]

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا وہ (قرآن مجید) تمام لوگوں کے لیے راہ نما ہے۔

۶۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[3]

بلا ریب تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔

۷۔ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا[4]

اور رسول اللہ ﷺ جو کچھ تم کو دیں تو اُسے لے لو اور تم کو جس چیز سے روک دیں تو رُک جاؤ۔

۸۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[5]

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

۹۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ[6]

---

[1] البقرة: ۲ [2] البقرة: ۱۸۵ [3] الأحزاب: ۲۱

[4] الحشر: ۷ [5] النساء: ۸۰ [6] النساء: ۱۱۵

اور جو شخص ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور اہل ایمان کے راستے کے سوا دوسرا راستہ اختیار کرے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے چلنے دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔

فائدہ: اس آیت کریمہ سے اجماعِ امت کی حجیت واضح ہوتی ہے۔

۱۰۔ **وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝**[1]

اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں) سبقت کرنے والے مقدم ہیں اور جن لوگوں نے اخلاص سے ان کی پیروی کی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

فائدہ: اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع موجبِ رضائے الٰہی ہے، داخلۂ جنّت کا سبب اور عظیم کامیابی ہے اس بنا پر صحابہ کرام معیارِ حق ہیں۔

۱۱۔ **فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ.**[2]

اے دانشورو! عبرت حاصل کرو۔

فائدہ: اس آیت سے قیاس شرعی کی حجیت ثابت ہوتی ہے۔

۱۲۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی مرسل روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ.[3]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں، جب تک تم ان پر مضبوطی سے عمل کرتے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔

۱۳۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ.[1]

فائدہ: اس حدیث سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا معیارِ حق اور ان کے قول و فعل کا حجّتِ شرعیہ ہونا واضح ہوتا ہے۔

۱۴۔ حضرت عبداللہ عمرو رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ.[2]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا (نجات پانے والی جماعت وہ ہے) جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر قائم ہے۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے اہل سنت و جماعت کا نام اور اس کا ناجی و برحق ہونا بھی واضح ہوتا ہے۔

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِيْ –أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ– عَلٰى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ میری اُمت کو یا فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ (کی حفاظت) کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ آگ میں الگ ہوا۔

فائدہ: اس حدیث سے اجماعِ امت کی حجیت مستفاد ہوتی ہے۔

---

[1] أبو داود: ج٢، ص٢٨٧. الترمذي: ج٢، ص١٦٢. ابن ماجه، مسند الإمام أحمد بن حنبل. المشكاة: ص٢٩

[2] الترمذي: ج٢، ص٨٩. المشكاة: ٣٠ [3] الترمذي: ج٢، ص٣٩. المشكاة: ٣٠

۱۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ؛ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: بڑی جماعت کی پیروی کرو، جو جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ کی آگ میں الگ ہوا۔

۱۷۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ.[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: بلاشبہ میری امت گراہی پر جمع نہ ہوگی، پس جب تم اختلاف دیکھوتو سوادِ اعظم کی اتباع کرو۔

۱۸۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت اور جمہور مسلمین سے چمٹے رہو۔

۱۹۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ.[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: جو شخص جماعت (مسلمین) سے ایک بالشت برابر بھی جدا ہوا تو اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی۔

فائدہ: ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ عقائد و نظریات میں، اعمال و اخلاق میں صحابہ

---

[1] ابن ماجه، المشكاة: ص ۳۰ [2] ابن ماجه: ص ۲۹۱

[3] مسند الإمام أحمد بن حنبل، المشكاة: ص ۳۱

[4] أبو داود: ج ۲، ص ۳۰۷، مسند أحمد، المشكاة: ص ۳۱

کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ رہنا چاہیے اور اُن کی اتباع کرنی چاہیے، ان کے بعد ہر دور کے جمہور علما کے ساتھ رہنا چاہیے، جو سنت نبوی اور جماعت صحابہ کے متبع ہوں۔ جمہور سلفِ صالحین سے کٹ کر تفرقہ بازی اور گروہ بندی کا شکار نہ ہونا چاہیے۔

۲۰۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جس کی بھلائی منظور ہوتی ہے اس کو دین کی سمجھ عنایت فرماتے ہیں۔

۲۱۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ جو ان کے قریب ہیں، پھر وہ جو اُن کے قریب ہیں۔

یہ حدیث مسلم شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین کی فضیلت اور ان کے آثار، اقوال و افعال کی ترجیح اور حجیت کی طرف اشارہ ہے۔

۲۲۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍ رضي الله عنه وَعُمَرَ رضي الله عنه.[۳]

---

[۱] البخاري: ج۱، ص ۱٦. مسلم. المشكاة: ص ۳۲

[۲] البخاري: ج۱، ص ۵۱۵. مسلم: ج۲، ص ۳۰۹. المشكاة: ص ۵۵۳

[۳] الترمذي: ج۲، ص ۲۰۷. المشكاة: ص ۵٦۰ أبواب المناقب

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا۔

۲۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ رضي الله عنه وَقَلْبِهٖ.[1]

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی زبان اور ان کے دل پر حق رکھ دیا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اصابتِ رائے پر زبردست شہادت نبوی ہے۔

۲۴۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: كَيْفَ تَقْضِيْ إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ، قَالَ: أَقْضِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، قَالَ: فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِيْ وَلَا آلُوْ، قَالَ: فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى صَدْرِهٖ وَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِمَا يَرْضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.[2]

جب رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے لگے تو آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جب تیرے سامنے کوئی فیصلہ طلب معاملہ آئے گا تو تم کیوں کر فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں کتاب اللہ (قرآن مجید) کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر تم کو کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ملے (تو پھر فیصلہ کیسے کرو گے؟) حضرت معاذ نے عرض کیا: پھر سنت رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا،

---

[1] الترمذي: ج۲، ص۲۰۹. المشكاة: ص۵۵۷ مناقب عمر رضي الله عنه

[2] الترمذي: ج۱، ص۱۵۹. أبو داود: ج۲، ص۵۰۵. مسند أحمد: ج۵، ص۲۳۰. مسند الدارمي: ص۲۶. المشكاة: ص۳۲۴ باب العمل في القضاء

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں اس کا حکم سنتِ رسول اللہ ﷺ میں بھی نہ ملے (پھر)
حضرت معاذ نے عرض کیا: میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے یہ جواب سن کر میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی جس کو اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث مقدس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ اسلامی احکام کا اولین مآخذ قرآن مجید ہے۔

۲۔ اس کے بعد سنت نبویہ ہے۔

۳۔ جو مسئلہ کتاب وسنت میں منصوص اور صراحۃً موجود نہ ہو، اس کا حکم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

۴۔ کتاب وسنت کے منصوص احکام میں اجتہاد اور رائے زنی کا جواز نہیں ہے۔

۵۔ مجتہد کے لیے کتاب وسنت کا ماہر ہونا اور ان کے علوم واحکام پر حاوی ہونا ضروری ہے۔

۲۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.[۱]

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: جس نے ہمارے دین میں ایسی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو بات دینی دلائل سے ثابت نہ ہو اُسے دین قرار دینا بدعت وضلالت ہے، وہ بات اور اس کا موجد دونوں مردود ہیں۔

---

[۱] البخاري: ج۱، ص ۳۷۱ کتاب الصلح. مسلم: ج۲، ص ۷۷. المشکاة: ص ۲۷

حاصل کلام

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ واحادیث نبویہ کا حاصل یہ ہے کہ دینی احکام کے مآخذ اور دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ قرآن مجید

۲۔ احادیث رسول اللہ ﷺ

۳۔ اجماع امت

۴۔ خلفائے راشدین کے آثار (اقوال، افعال، احوال)

۵۔ خیر القرون (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) کے آثار

۶۔ اربابِ علم وفقہ واصحابِ علم وتقویٰ کا شرعی قیاس واجتہاد۔

طہارت

اسلام میں طہارت ونظافت اور پاکیزگی وصفائی کی بہت بڑی اہمیّت ہے۔

۲۶۔ اللہ سبحانہ وتقدس کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمتطَهِّرِيْنَ.[1]

بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے اور طہارت حاصل کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے۔

۲۷۔ مدینہ منورہ کے قریب مسجد قبا میں رہنے والے اہلِ ایمان کی تعریف وتوصیف میں ارشادِ ربانی ہے:

فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ.[2]

اس میں ایسے مرد ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

۲۸۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ.[3]

رسول اکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ طہارت ایمان کا ایک حصّہ ہے۔

۲۹۔ ایک مرفوع حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

اَلطُّهُوْرُ نِصْفُ الْإِيْمَانِ.[4]

کہ طہارت نصف ایمان ہے۔

---

[1] البقرة: ۲۲۲ [2] التوبة: ۱۰۸ [3] مسلم: ج۱، ص ۱۱۸. المشكاة: ص ۳۸

[4] الترمذي: ج۲، ص ۱۹۰ أبواب الدعوات

شریعت اسلامیہ نے طہارت و پاکیزگی اور صفائی و ستھرائی کے اہتمام کے پیشِ نظر استنجا، وضو، غسل، لباس، مکان کی طہارت کے متعلق مفصّل ہدایات دی ہیں۔

قضائے حاجت واستنجا کے آداب:

۳۰۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پشت کرو۔

۳۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا.[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی ایک قضائے حاجت کے لیے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ پشت کرے۔

۳۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ.[3]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو اپنا کپڑا نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ زمین کے قریب ہوتے۔

---

[1] البخاري: ج۱، ص ۵۷ باب قبلة أهل المدينة. مسلم: ج۱، ص۱۳۰ باب الاستطابة. المشكاة: ص ۴۲

[2] أبو داود: ج۱، ص ۳. النسائي، ابن ماجه، مسند أحمد

[3] أبو داود: ج۱، ص۴. الترمذي، الدارمي، المشكاة: ص۴۲

۳۳۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ أَوْ بِعَظْمٍ۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا کہ ہم پائخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کریں یا دائیں ہاتھ سے استنجا کریں، یا تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجا کریں یا گوبر یا ہڈی سے استنجا کریں۔

۳۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: جو شخص ڈھیلے سے استنجا کرے تو چاہیے کہ طاق ڈھیلے استعمال کرے، جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور جس نے ایسا نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے واضح ہوا کہ استنجا میں تین عدد ڈھیلوں کا حکم استحبابی ہے، البتہ نجاست سے صفائی لازم اور ضروری ہے۔

۳۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ. قَالُوْا: وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: الَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ أَوْ فِيْ ظِلِّهِمْ۔[3]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لعنت کا سبب بننے والی دو باتوں سے بچو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا وہ دو باتیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ آدمی لوگوں کے راستے میں قضائے

---

[1] مسلم: ج۱، ص ۱۳۰. المشكاة ۴۲

[2] أبو داود: ج۱، ص ۶. المشكاة: ص۴۳. ابن ماجه، مسند الدارمي

[3] مسلم: ج۱، ص۱۳۲. المشكاة: ص۴۲

حاجت کرے یا ان کے سایہ میں قضائے حاجت کرے۔

فائدہ: حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ جس مقام پر لوگ بیٹھتے ہوں، وہاں پیشاب، پائخانہ نہ کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو، سردی کے موسم میں دھوپ مطلوب ومحبوب ہوتی ہے، لوگ دھوپ حاصل کرنے کے لیے جس مقام پر بیٹھتے اور آرام کرتے ہوں اس کا بھی یہی حکم ہے، وہاں بھی قضائے حاجت منع ہے۔[1]

۳۶۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِيْنِهٖ.[2]

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے تو اپنی شرم گاہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔

۳۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ.[3]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص قضائے حاجت کیلئے جائے تو چاہیے کہ پردہ کرے۔

۳۸۔ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِيْ جُحْرٍ.[4]

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے کوئی شخص سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔

۳۹۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَبُوْلَ الرَّجُلُ قَائِمًا.[5]

رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔

---

[1] المرقاة شرح المشكاة: ج ۱، ص ۳۵۱

[2] البخاري: ج۱، ص ۲۷. مسلم: ج۱، ص۱۳۱. المشكاة: ص۴۲

[3] أبو داود: ج۱، ص ٦. المشكاة: ص ۴۳. ابن ماجه، الدارمي

[4] النسائي: ج۱، ص ۱۵. أبو داود، المشكاة: ص۴۳ [5] البيهقي: ج۱، ص ۱۰۲

۴۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ.[۱]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجا کرتے تھے۔

فائدہ: ڈھیلوں سے استنجا کرنے کی حدیث پہلے بیان ہوچکی ہے۔ صرف پانی سے استنجا کرنا درست ہے، صرف ڈھیلوں سے استنجا کرنا بھی جائز ہے، لیکن ڈھیلوں اور پانی دونوں کو استنجا میں استعمال کرنا افضل ہے۔[۲]

بیت الخلاء میں جانے کی دعا:

۴۱۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا أَتٰى أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.[۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے تو یہ دعا پڑھے: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (میں خبیث جنوں اور جنیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں)۔

بیت الخلاء سے فارغ ہونے کے بعد کی دعا:

۴۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ: غُفْرَانَكَ.[۴]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے: غُفْرَانَكَ (اے اللہ میں تیری مغفرت کا طلب گار ہوں)۔

---

[۱] البخاري: ج۱، ص۲۷ [۲] عمدة القاري: ج۲، ص ۲۹۰

[۳] أبو داود: ج۱، ص۳. المشكاة: ص ۴۳

[۴] الترمذي: ج۱، ص۳. ابن ماجه، الدارمي، أبو داود، النسائي، المشكاة: ص ۴۳

دوسری دعا:

۴۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّيْ الْأَذٰى وَعَافَانِيْ.

نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّيْ الْأَذٰى وَعَافَانِيْ (کہ سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے مجھ سے تکلیف کی چیز دور کی اور مجھے عافیت بخشی)۔

فائدہ: یہ حدیث حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بھی نسائی میں مروی ہے۔[۱] افضل یہ ہے کہ دونوں دعائیں پڑھی جائیں، پہلے: غُفْرَانَكَ پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّيْ الْأَذٰى وَعَافَانِيْ پڑھے۔[۲]

وضو کی فرضیت:

وضو بارگاہِ خداوندی میں حاضری دینے اور نماز پڑھنے کا لازمی ادب ہے۔

۴۴۔ ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ.[۳]

اے ایمان والو! جب تم نماز کو اُٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو اور کہنیوں سمیت اپنے ہاتھوں کو دھولیا کرو اور اپنے سروں پر مسح کرلیا کرو اور ٹخنوں سمیت اپنے پاؤں کو (دھولیا کرو)۔

۴۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ.[۴]

---

[۱] المرقاة: ج۱، ص۳۶۸ [۲] المرقاة: ج۱، ص ۳۶۱ [۳] المائدة: ٦

[۴] البخاري: ج۱، ص ۲۵، باب لا تقبل صلاة بغير طهور. مسلم: ج۱، ص ۱۱۹، باب وجوب الطهارة للصلاة. المشكاة: ص ٤٠

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے وضو کی نماز قبول نہیں کی جاتی، یہاں تک کہ وضو کرے۔

۴۶۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ.[1]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بلا طہارت نماز مقبول نہیں۔

۴۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُوْرُ.[2]

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: نماز کی کنجی طہارت ہے۔

وضو کی نیت:

نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، وضو کا ثواب اس کی نیت پر موقوف ہے۔

۴۸۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ.[3]

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

فائدہ: پانی طبعی اور فطری طور پر مطہر (پاک کرنیوالی چیز) ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:[4]

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً.[5]

اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔

نیز سب کا مشاہدہ ہے کہ پانی کے استعمال سے نجاست زائل ہو جاتی ہے۔ ازالہ

---

[1] مسلم: ج۱، ص ۱۱۹. المشكاة: ص ٤٠

[2] أبو داود: ج۱، ص ۱۰ باب فرض الوضوء. ابن ماجه، مسند الدارمي. المشكاة: ص ٤٠

[3] البخاري: ج۱، ص۲. مسلم: ج۲، ص۱٤٠. المشكاة: ص۱۱

[4] اور ارشادِ گرامی ہے: ﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ﴾ "اور اللہ تعالیٰ شانہ تم پر آسمان سے پانی اتارتا ہے تاکہ وہ تم کو اس کے ذریعہ سے پاک کرے۔" (الأنفال: ۱۱)

[5] الفرقان: ٤٨

نجاست کا نام تطہیر ہے۔ لہٰذا پانی کا مطہر اور مزیلِ نجاست ہونا ایک محسوس اور مبصر حقیقت ہے، جب بھی پاک پانی استعمال کیا جائے تو وہ اپنی فطری تاثیر کی وجہ سے ناپاک چیز کو پاک کر دیتا ہے، خواہ تطہیر کا ارادہ ہو یا نہیں۔ چنانچہ ناپاک کپڑا یا ناپاک مکان پانی سے دھویا جائے تو بالاتفاق وہ پاک ہو جاتا ہے، خواہ اس کو پاک کرنے کی نیت کی گئی ہو یا نہیں۔ اسی طرح احناف کے مسلک پر بغیر نیت کے وضو کیا جائے تو وضو درست ہو جائے گا اور اس وضو سے نماز ادا ہو جائے گی، لیکن مذکورہ حدیث کی بنا پر وضو کا ثواب نہیں ملے گا۔ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف اور منحصر ہے۔

وضو بسم اللہ سے شروع کرنا:

۴۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ.[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! جب وضو بنانے لگو تو بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کہہ لیا کرو۔

فائدہ: افضل یہ ہے کہ پوری بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی جائے۔[۲]

۵۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ أَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَا يُبْدَأُ بِـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، فَهُوَ أَقْطَعُ.[۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شاندار کام جو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع نہ کیا جائے تو وہ بے برکت ہے۔

---

[۱] الطبراني الصغير، قال الهيثمي: إسناده حسن. آثار السنن: ص ۳۵، قال العيني: إسناده حسن. السعاية: ج۱، ص ۱۰۹ [۲] فتح القدير: ج۱، ص ۱۹. الكفاية شرح الهداية: ج۱، ص ۱۹. شرح المهذب للنووي: ج۱، ص ۳٤٤ [۳] صحيح ابن حبان. فتح القدير شرح الهداية: ج۱، ص ۲۰. النووي شرح مسلم: ج۱، ص ۲. شرح المهذب: ج۱، ص ۷۳

۵۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس شخص کا وضو نہیں ہے جس نے اس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا۔

فائدہ: حدیث مذکور میں لَا وُضُوْءَ سے وضوئے کامل کی نفی مقصود ہے جیسا کہ حدیث لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ (مسجد کے ہمسایہ کی نماز نہیں ہے مگر مسجد میں) میں لَا صَلَاةَ سے کامل نماز کی نفی مراد ہے۔

درج ذیل احادیث اس تشریح وتوجیہ کا واضح قرینہ ہیں۔

۵۲، ۵۳، ۵۴۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم تینوں بزرگوں سے مرفوع حدیث ہے:

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُطَهِّرُ جَسَدَهُ كُلَّهُ، وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ لَمْ يُطَهِّرْ إِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ.[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو بنائے اور اللہ کا نام لے (بسم اللہ پڑھے) تو وہ اپنے تمام جسم کو (گناہوں سے) پاک کرتا ہے اور جو شخص وضو بنائے اور اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے تو وہ صرف وضو کے مقامات (اعضا) کو پاک کرتا ہے۔

۵۵۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ فَذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ طَهَّرَ جَسَدَهُ كُلَّهُ، وَإِنْ لَمْ يَذْكُرْ لَمْ يُطَهِّرْ إِلَّا مَا أَصَابَهُ الْمَاءُ.[3]

---

[1] الترمذي: ج١، ص٦. ابن ماجه. المشكاة: ص٤٦

[2] الدار قطني: ج١، ص ٧٣، ٧٤ باب التسمية على الوضوء. البيهقي: ج١، ص ٤٤. المشكاة: ص٤٧ [3] مصنف ابن أبي شيبة: ج١، ص٣. زجاجة المصابيح: ج١، ص ٩٨

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: جب بندہ وضو کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے تو وہ اپنے تمام جسم کو پاک کرتا ہے اور اگر وہ شخص اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے تو وہ صرف اس مقام کو پاک کرتا ہے جس کو پانی لگا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے واضح ہوا کہ بسم اللہ پڑھے بغیر بھی وضو ہو جاتا ہے لیکن ناقص ہوتا ہے۔ اسی لیے ایسے وضو سے تمام جسم کے گناہ معاف نہیں ہوتے بلکہ صرف اعضائے وضو کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

وضو کا طریقہ:

۵۶۔ أَنَّ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا۔[1]

خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (لوگوں کو وضو کی عملی تعلیم دینے کے لیے) وضو کا پانی منگوایا اور وضو بنایا، تو تین دفعہ اپنی دونوں ہتھیلیاں دھوئیں پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا پھر تین دفعہ کہنی سمیت اپنا دایاں بازو دھویا پھر اسی طرح (تین دفعہ کہنی سمیت) اپنا بایاں بازو دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر تین دفعہ ٹخنوں سمیت اپنا دایاں پاؤں دھویا پھر اسی طرح (تین دفعہ ٹخنوں سمیت) اپنا بایاں پاؤں دھویا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا وضو کرتے ہوئے دیکھا۔

فائدہ: اس مضمون کی مرفوع حدیث صحیح بخاری، ابو داود، نسائی، مسند احمد، دار قطنی، صحیح ابن

---

[1] مسلم: ج۱، ص۱۲۰ باب صفة الوضوء

حبان، صحیح ابن خزیمہ میں بھی موجود ہے۔[۱]

۵۷۔ عَنْ أَبِي حَيَّةَ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا ﷺ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتَّى أَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ طُهُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.[۲]

حضرت ابوحیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے خلیفۂ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ آپ نے (لوگوں کو وضو کی عملی تعلیم دینے کے لیے) وضو بنایا۔ اپنے دونوں ہاتھ دھوئے یہاں تک کہ ان کو صاف کیا، پھر تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا اور تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا اور تین دفعہ اپنے دونوں بازو دھوئے اور ایک دفعہ اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے، پھر فرمایا میں نے چاہا کہ میں تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کا وضو کیسا تھا۔

۵۸۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ بَاطِنَهُمَا بِالسَّبَّاحَتَيْنِ وَظَاهِرَهُمَا بِإِبْهَامَيْهِ.[۳]

نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر اور کانوں کا مسح فرمایا، کانوں کے اندرونی حصے کا مسح شہادت والی انگلیوں سے اور ان کے بیرونی حصے کا اپنے انگوٹھوں سے فرمایا۔

۵۹۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَسْحُ الرَّقَبَةِ أَمَانٌ مِنَ الْغُلِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[۴]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ گردن کا مسح کرنا قیامت کے دن (جہنم کے) طوق سے حفاظت ہے۔

---

[۱] زجاجة المصابيح: ج۱، ص۱۰۷ [۲] جامع الترمذي: ج۱، ص۸. النسائي

[۳] النسائي: ج۱، ص۲۹ باب مسح الأذنين

[۴] مسند الفردوس للديلمي. زجاجة المصابيح: ج۱، ص۱۰۲

۶۰۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ يَدَيْهِ عَلٰى عُنُقِهٖ أُمِنَ مِنَ الْغُلِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [۱]

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص نے وضو بنایا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن کا مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ رہے گا۔

فائدہ: مسح رقبہ کی ایک مرفوع حدیث صحیح ابن السکن میں بھی ہے،[۲] گردن کا مسح کرنا مستحب ہے۔

مسح رقبہ کے ثبوت میں مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں، جن کی تفصیل حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال کتاب **السعاية** جلد اول صفحہ ۱۷۷ تا ۱۷۹ میں درج ہے۔

مولانا مرحوم فرماتے ہیں:

(ترجمہ) اگرچہ اس مسئلہ کی احادیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، لیکن فضائل و مستحبات میں ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہوتی ہے۔[۳]

علامہ موصوف نے اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ بھی تصنیف فرمایا ہے جس کا نام **تحفة الطلبة في تحقيق مسح الرقبة** ہے۔

۶۱۔ حضرت ربیّع بنت معوّذ رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ فِيْ جُحْرَيْ أُذُنَيْهِ. [۴]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو بنایا (کانوں کا مسح کرتے ہوئے) اپنے کانوں کے سوراخوں میں اپنی دونوں انگلیاں ڈالیں۔

---

[۱] رواه أبو نعيم في الحليه، زجاجة المصابيح: ج۱، ص۱۰۲

[۲] زجاجة: ج۱، ص۱۰۱ [۳] السعاية: ج۱، ص ۱۷۹

[۴] أبو داود: ج۱، ص ۱۹. ابن ماجه، مسند أحمد. المشكاة: ص ۴۶

۶۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ أَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ.[۱]

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: جب تو وضو بنائے تو اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔

چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے:

۶۳۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ عَلٰى نَاصِيَتِهٖ.[۲]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو بنایا تو اپنی پیشانی کے بالوں پر مسح کیا۔

۶۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ، فَأَدْخَلَ يَدَهٗ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهٖ فَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ.[۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو بناتے ہوئے دیکھا آپ (کے سرمبارک) پر قطری کپڑے کی پگڑی تھی آپ نے اپنا ہاتھ پگڑی کے نیچے داخل کر کے اپنے سرمبارک کے اگلے حصے کا مسح فرمالیا اور پگڑی کو نہیں کھولا۔

فائدہ: تمام سر کے مسح کی حدیثیں "وضو کا طریقہ" عنوان کے تحت بیان ہو چکی ہیں۔ اگر تمام سر کا مسح کرنا فرض ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف چوتھائی سر کے مسح پر اکتفا نہ فرماتے اور اگر چوتھائی سر سے کم پر مسح کافی ہوتا تو بیانِ جواز کے لیے کم از کم ایک دفعہ آپ اس پر بھی عمل فرماتے، لیکن پورے ذخیرۂ احادیث میں ایک دفعہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل

---

[۱] الترمذي: جلد۱، ص ۷، باب تخليل اللحية. المشكاة: ص ٤٦

[۲] مسلم: ج۱، ص ۱۳٤ باب المسح على الخفين. المشكاة: ص٤٦. أبو داود: ج۱، ص ۲۲

[۳] أبو داود: ج۱، ص ۲۱ باب المسح على العمامة. المستدرك للحاكم

ثابت نہیں۔ اس تفصیل سے واضح ہوا کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور تمام سر کا مسح کرنا سنت ہے۔[۱]

کامل وضو کی برکات:

۶۵۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ.[۲]

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: جو شخص احسن طریقے سے وضو بناتا ہے اس کے جسم سے اس کے گناہ نکل جاتے ہیں۔

۶۶۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ–أَوْ فَيُسْبِغُ– الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، إِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُهَا مِنْ أَيِّهَا شَاءَ.[۳]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مکمّل وضو بنائے پھر یہ دعا پڑھے:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور ایک روایت میں یہ دعا ہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

تو لازمی طور پر اس کے لیے جنّت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے، وہ شخص جس دروازے سے چاہے گا جنّت میں داخل ہوگا۔

فائدہ: جنّت میں داخل ہونے کے لیے تو ایک دروازہ کھل جانا بھی کافی ہے، یہ آٹھ

---

[۱] فتح القدير لابن الهمام: ج۱، ص ۱۵ [۲] مسلم: ج۱، ص ۱۲۵. المشكاة: ص ۳۸

[۳] مسلم: ج۱، ص۱۱۲. المشكاة: ص ۴۹

دروازوں کا کھلنا محض اعزاز و اکرام کے لیے ہوگا۔

۶۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اُمتی قیامت کے دن بلائے جائیں گے تو وضو کے اثر سے ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں منور اور روشن ہوں گے۔

وضو کرتے وقت پانی اور وقت ضائع نہ کیا جائے:

۶۸۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِسَعْدٍ رضي الله عنه وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَقَالَ: مَا هٰذَا السَّرَفُ يَا سَعْدُ! قَالَ: أَفِي الْوُضُوْءِ سَرَفٌ؟ قَالَ: وَإِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ.[2]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وضو بنا رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور فرمایا: اے سعد! یہ کیا اسراف ہے؟ انہوں نے کہا: کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ آپ نے فرمایا: (جی ہاں) اگرچہ تم کسی جاری نہر کے کنارے پر ہی کیوں نہ ہو۔

۶۹۔ عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده کی سند سے مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُ عَنِ الْوُضُوْءِ، فَأَرَاهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا الْوُضُوْءُ، فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدّٰى وَظَلَمَ.[3]

ایک اعرابی وضو کے متعلق سوال لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، تو

---

[1] البخاري: ج۱، ص۲۵. مسلم: ج۱، ص۱۲۶. المشكاة: ص۳۹

[2] مسند الإمام أحمد. ابن ماجه: ص ۳٤. المشكاة: ص٤۷

[3] النسائي: ج۱، ص ۳۳. ابن ماجه: ص۳٤. المشكاة: ص٤۷

آنحضرت ﷺ نے اسے تین تین بار اعضائے وضو دھو کر وضو کا طریقہ دکھلایا، پھر فرمایا:
وضو اسی طرح ہے، جس نے اس پر اضافہ کیا اس نے برا کیا اور ظلم و تعدی کی۔

وضو کے بعد کی دعا:

۷۰۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ: "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ." فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ مِنَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ۔[1]

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اچھے طریقے سے وضو بنایا اور پھر یہ دعا پڑھی:
أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ اسکے لیے جنّت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے وہ جنّت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہوگا۔

غسل جنابت کی فرضیت:

۷۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔[2]

اگر تم جنبی ہو تو خوب طہارت حاصل کرو۔

غسل کا طریقہ اور اس کے آداب:

۷۲۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَتْ: أَدْنَيْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غُسْلَهُ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ

---

[1] الترمذي: ج۱، ص۹ باب ما يقال بعد الوضوء. المشكاة: ص۳۹ [2] المائدة: ٦

مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ أَفْرَغَ بِهِ عَلٰى فَرْجِهٖ وَغَسَلَهُ بِشِمَالِهٖ ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْأَرْضَ فَدَلَكَهَا دَلْكًا شَدِيْدًا، ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ أَفْرَغَ عَلٰى رَأْسِهٖ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِلْءَ كَفِّهٖ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى عَنْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.[1]

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے غسل جنابت کا پانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھ دیا۔ آپ نے دو یا تین دفعہ اپنی دونوں ہتھیلیاں دھوئیں، پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا پھر اس سے اپنے مقامِ استنجا پر پانی ڈالا اور بائیں ہاتھ سے اسے دھویا، پھر اپنا بایاں ہاتھ زمین پر مارا اور اس کو خوب ملا، پھر نماز کے وضو کی طرح وضو بنایا اس کے بعد اپنے سر پر تین لپیں پانی ڈالا، پھر اپنا باقی جسم دھویا، پھر اس مقام سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

۷۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَأَنْقُوا الْبَشَرَةَ.[2]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بال کے نیچے جنابت ہے تو بالوں کو دھوؤ اور بدن کی کھال کو صاف کرو۔

۷۴۔ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ سِتِّيْرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالتَّسَتُّرَ، فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ باحیا، پردہ پوش ہیں وہ حیا اور پردہ پوشی کو

---

[1] البخاري: ج۱، ص۴۰. مسلم: ج۱، ص۱۴۷، واللفظ لمسلم

[2] أبو داود: ج۱، ص ۳۷. الترمذي: ج۱، ص۱۶. ابن ماجه. المشكاة: ص۴۸

[3] أبو داود: ج۲، ص۲۰۱. النسائي: ج۱، ص ۷۰. المشكاة: ص۴۹

پسند کرتے ہیں، جب تم میں سے کوئی غسل کیا کرے تو پردہ کرلیا کرے۔

جمعہ کے دن کا غسل سنت ہے:

۷۵۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.[۱]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کے لیے آئے تو چاہیے کہ غسل کرے۔

۷۶۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنْ اِغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ.[۲]

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: جو شخص جمعہ کے دن وضو بنائے تو ٹھیک ہے اور جو غسل کرے تو غسل افضل ہے۔

عید کے دن کا غسل سنت ہے:

۷۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحٰى.[۳]

رسول اکرم ﷺ عید فطر اور عید قربان کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔

---

[۱] البخاري: ج۱، ص ۱۲۰. مسلم: ج۱، ص۲۷۹. المشكاة: ص۵۵

[۲] أبو داود: ج۱، ص۵۷. الترمذي، النسائي، مسند أحمد. المشكاة: ص۵۵

[۳] ابن ماجه: ص۹٤

نماز

نماز کی عظمت واہمیّت:

اللہ تعالیٰ شانہ کی مقدس ذات وصفات، اس کے بے شمار احسانات وکمالات، اس کی توحید وتقدیس پر ایمان لانے اور ان کو مان لینے کا فطری وقدرتی تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کی بارگاہِ عالی میں اپنی عاجزی ومحتاجی اور اس کی عظمت وکبریائی کا اقرار و اظہار کرے اس کی یاد سے اپنے قلب وروح کے لیے نور وسرور کی غذا حاصل کرے۔

اس میں شک نہیں کہ نماز اس تقاضے کی تکمیل اور اس عظیم مقصد کے حصول کا بے مثال ذریعہ ہے۔ انبیا علیہم السلام کی تعلیم میں اور ہر آسمانی شریعت میں ایمان کے بعد پہلا حکم نماز کا رہا ہے۔ سرتاجِ حکمائے اسلام حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ نماز کی حقیقت وحکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَأَصْلُ الصَّلَاةِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ: أَنْ يَخْضَعَ الْقَلْبُ عِنْدَ مُلَاحَظَةِ جَلَالِ اللّٰهِ وَعَظْمَتِهِ، وَيُعَبِّرَ اللِّسَانُ عَنْ تِلْكَ الْعَظْمَةِ وَذٰلِكَ الْخُضُوْعِ بِأَفْصَحِ عِبَارَةٍ، وَأَنْ يُؤَدَّبَ الْجَوَارِحُ حَسْبَ ذٰلِكَ الْخُضُوْعِ.[1]

جس کا حاصل یہ ہے کہ نماز کی اساس وبنیاد یہ ہے کہ انسان بیک وقت اپنے دل، زبان اور اعضا وجوارح سے اللہ سبحانہ وتقدس کی عظمت وجلال کا اعلان واظہار کرے اور اپنی عاجزی وبندگی اور عبودیت کا اعتراف واقرار کرے۔

اس موضوع پر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

نماز کیا ہے؟ مخلوق کا اپنے دل، زبان اور ہاتھ پاؤں سے اپنے خالق کے سامنے بندگی اور عبودیت کا اظہار، اس رحمٰن ورحیم کی یاد اور اس کے بے انتہا احسانات کا شکریہ، یہ حسن ازل

---

[1] حجة الله البالغة: ج ١، ص ٧٢ باب أسرار الصلاة

کی حمد وثنا اور اس کی یکتائی اور بڑائی کا اقرار، یہ اپنے محبوب سے مہجور روح کا خطاب ہے۔ یہ اپنے آقا کے حضور میں جسم و جان کی بندگی ہے یہ ہمارے اندرونی احساسات کا عرض و نیاز ہے، یہ ہمارے دل کے ساز کا فطری ترانہ ہے یہ خالق ومخلوق کے درمیان تعلّق کی گرہ اور وابستگی کا شیرازہ ہے۔ یہ بے قرار روح کی تسکین، مضطرب قلب کی تشفی اور مایوس دل کی آس ہے، یہ فطرت کی آواز ہے۔ یہ حساس واثر پذیر طبیعت کی اندرونی پکار ہے، یہ زندگی کا حاصل اور ہستی کا خلاصہ ہے۔[1]

نماز کی فرضیت:

ارشادِ ربانی ہے:

۷۸۔ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ.[2]

اور نماز قائم کرو۔

اقامتِ صلوٰۃ کا مفہوم یہ ہے کہ نماز کو ہمیشہ پابندی کے ساتھ اس کے ارکان و شرائط اور سنن وآداب کی رعایت کرتے ہوئے ادا کیا جائے۔

نماز تمام انبیا علیہم السلام کی شریعتوں کا بنیادی رکن ہے:

قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق انبیا علیہم السلام ہمیشہ خود نماز کا اہتمام اور اپنی اُمتوں کو اسکی تاکید فرماتے رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکّہ مکرمہ کی ویران سرزمین میں آباد کرتے ہیں اور اسکی یہ غرض بتاتے ہیں:

۷۹۔ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ.[3]

اے ہمارے پروردگار! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لیے اور اپنی نسل کے لیے دعا کرتے ہیں:

۸۰۔ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ.[4]

---

[1] سیرت النبی: ج ۵، ص ۵۹، ۶۰ [2] البقرۃ: ۴۳ [3] إبراھیم: ۳۷ [4] إبراھیم: ۴۰

اے میرے پروردگار مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسبت قرآن مجید کی شہادت ہے:

۸۱۔ وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ.[۱]

اور وہ (اسماعیل علیہ السلام) اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دیتے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی نماز کا ذکر سورۂ ہود میں ہے:

۸۲۔ اَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ.[۲]

کیا آپ کی نماز آپ کو یہ حکم دیتی ہے؟

حضرت لوط، حضرت اسحاق، اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے متعلق قرآن مجید کا بیان ہے۔

۸۳۔ وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ.[۳]

اور ہم نے ان کے پاس نیک کام کرنے کی اور نماز قائم کرنے کی وحی بھیجی۔

حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں:

۸۴۔ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ.[۴]

اے میرے بیٹے! نماز قائم کیجیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوتا ہے:

۸۵۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ.[۵]

اور میری یاد کے لیے نماز قائم کیجیے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

۸۶۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ.[۶]

اور نماز قائم کیجیے۔

بنی اسرائیل سے وعدۂ خداوندی تھا:

[۱] مريم: ۵۵ [۲] هود: ۸۷ [۳] الأنبياء: ۷۳ [۴] لقمان: ۱۷ [۵] طٰه: ۱٤ [۶] يونس: ۸۷

۸۷۔ اِنِّی مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ.[1]

اور اگر تم نے نماز قائم کی تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی نسبت قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

۸۸۔ وَھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ.[2]

اور وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

۸۹۔ وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ.[3]

اور اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے جن جانشینوں اور نام لیواؤں نے نماز کو ضائع کر دیا تھا، قرآن کریم میں ان کی سخت مذمت کی گئی ہے اور ان کو عذابِ آخرت کی شدید دھمکی دی گئی ہے۔ ارشادِ رحمانی ہے:

۹۰۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا.[4]

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی، پس وہ ضرور خرابی دیکھیں گے۔

قیامت کے دن دوزخی لوگ اپنے دوزخ میں جانے کی وجوہ بیان کرتے ہوئے ایک وجہ یہ بیان کریں گے:

۹۱۔ لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ.[5]

کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔

ایک اور مقام پر نماز میں کاہلی اور سستی کرنے کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

۹۲۔ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ وَاِذَا قَامُوْا اِلَی

[1] المائدۃ: ۱۲ [2] آل عمران: ۳۹ [3] مریم: ۳۱ [4] مریم: ۵۹ [5] المدثر: ۴۳

الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى.[1]

بے شک منافق لوگ اللہ تعالیٰ سے چال بازی کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کو اس چال بازی کی سزا دینے والے ہیں۔ اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔

نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔

۹۳۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ.[2]

بے شک نماز (زبانِ حال سے) بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

ایک مقام پر ارشاد ہے:

۹۴۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ.[3]

اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ ترکِ نماز سے کفر وشرک میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہے، قرآن مجید کے انہی مضامین و ہدایات کو حکمتِ نبوی اور سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام میں مختلف عنوانوں سے پیش کیا گیا ہے۔

۹۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.[4]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اور کفر کو ملانے والی چیز نماز چھوڑنا ہے۔ یعنی نماز دینِ اسلام کا اتنا اہم شعار ہے کہ اس کے ترک کر دینے سے آدمی کفر کی سرحد سے جا ملتا ہے۔

۹۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ

---

[1] النساء: ۱۴۲ [2] العنكبوت: ۴۵ [3] الروم: ۳۱

[4] مسلم: ج۱، ص ۶۱. أبو داود. المشكاة: ص ۵۸. الترمذي، النسائي، ابن ماجه، مسند أحمد

وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.[۱]

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔

۹۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ أَمْرَ الصَّلَاةِ يَوْمًا فَقَالَ: مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَّبُرْهَانًا وَّنِجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَّمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نُورًا وَّلَا بُرْهَانًا وَّلَا نَجَاةً، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ.[۲]

نبی اکرم ﷺ نے ایک دن نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز اہتمام سے ادا کرے تو وہ نماز قیامت کے دن (کے اندھیرے میں) اس کے لیے نور اور اس کے ایمان کی دلیل اور ذریعۂ نجات بنے گی اور جس نے نماز کی حفاظت نہ کی تو وہ نماز اس کے واسطے نہ نور بنے گی نہ برہان نہ ذریعۂ نجات، اور وہ شخص قیامت کے دن (بڑے بڑے کافروں) قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

نماز پر گناہوں کی معافی:

۹۸۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى، مَنْ أَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ أَنْ يَّغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ.[۳]

۱۔ البخاري: ج۱، ص۶. مسلم: ج۱، ص۳۲. المشكاة: ص ۱۲

۲۔ مسند الدارمي، مسند أحمد. المشكاة: ۵۸

۳۔ أبو داود: ج۱، ص ۶۷. مسند الإمام أحمد. المشكاة: ص ۵۸

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جس نے ان کے لیے احسن طریقہ سے وضو کیا اور ان کو وقت پر ادا کیا اور ان کا رکوع اور خشوع مکمل کیا ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کا پختہ وعدہ ہے کہ اسے بخش دیں گے اور جس نے ایسا نہیں کیا (نماز کے بارے میں کوتاہی کی) اس کے لیے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو بخش دے اور چاہے گا تو عذاب دے گا۔

فائدہ: جو شخص پورے اہتمام کے ساتھ خشوع وخضوع سے سنن وآداب کی رعایت کرتے ہوئے پابندی کے ساتھ ہمیشہ نماز پڑھتا رہے، تو عام تجربہ ومشاہدہ ہے کہ ایسا شخص خود ہی گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور اگر کبھی گناہ ہو جائے تو اسے توبہ واستغفار کی توفیق مل جاتی ہے۔ ایسی نماز بہرحال بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کی بخشش کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

۹۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ؟ قَالُوْا: لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ، قَالَ: فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا.[1]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو جس میں وہ روزانہ پانچ دفعہ غسل کرے، تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل رہ جائے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اس کے میل سے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا: پس یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

پانچ وقت کی نماز:

کلمۂ طیبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بندہ اور خدا کے درمیان ایک عہد

[1] البخاري: ج۱: ص ۷۶، باب الصلوات الخمس كفارة. مسلم، المشكاة: ص ۵۷

و پیمان اور میثاق و معاہدہ ہے کہ زندگی کا مقصد عبادتِ خداوندی ہے اور اس کا طریق کار اتباعِ سنت نبویہ ہے۔ کلمہ کے پہلے جزو لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ میں مقصدِ زندگی کا بیان ہے اور دوسرے جزو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں اس عظیم مقصد کے حاصل کرنے کا طریق کار کا ذکر ہے۔

روزانہ پانچ وقت کی نماز کا ایک اہم مقصد اس عہد و پیمان کی تجدید ہے۔ صبح نیند سے بیدار ہوکر مؤذن کی پکار اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ الخ پر بندہ بارگاہِ الٰہی میں حاضری دیتا ہے۔ دل، زبان اور اعضا و جوارح سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اپنی بندگی کا بار بار اقرار و اظہار کرتا ہے۔ زبانِ حال وقال سے کہتا ہے کہ یا اللہ! میں شتر بے مہار نہیں، بلکہ آپ کا عاجز بندہ اور آپ کے رسول حضرت محمد ﷺ کا پیروکار ہوں، میں اپنی پوری زندگی آپ کے احکام اور آپ کے رسول حضرت محمد ﷺ کے احکام کے مطابق گزاروں گا۔

طلوعِ آفتاب سے زوالِ آفتاب تک تقریباً چھ سات گھنٹے کا طویل وقفہ دوسری ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے ہے۔ زوال کے بعد پھر خدا کے منادی (مؤذن) کی پکار پر دوبارہ بارگاہِ خداوندی میں حاضری دیتا ہے، اپنے عجز و نیاز کا اظہار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اقرار و اعلان کرتا ہے۔ پھر تھوڑے وقفہ کے بعد عصر، مغرب، عشا کی نمازوں میں اسی معاہدہ کی یاددہانی کرائی جاتی ہے۔ جب بندہ احساس و شعور کے ساتھ پانچ وقت کی نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے تو نماز زبان حال سے اسے بار بار یاد دلاتی رہتی ہے کہ اے انسان! تو شتر بے مہار نہیں، بلکہ سب سے بڑی قدرت والی ذات کا بندہ اور غلام ہے جس طرح تو نماز کے اندر اس کے احکام کی پابندی کرتا ہے، نماز کے باہر بھی اسکے احکام کے مطابق زندگی بسر کر۔ دفتر میں ہو یا کارخانے میں، کھیت میں ہو یا دکان میں، ہر جگہ ہر وقت اس کے احکام اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایات کو پیشِ نظر رکھ کر اپنی ذمہ داری کو پورا کیا کر۔

ارشاد ربانی ہے:

۱۰۰(الف)۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ. وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ.[۱]

بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔

پھر جس طرح محدود جسمانی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے روزانہ متعدد بار جسمانی غذا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح روحانی زندگی جو بہت طویل زندگی ہے، قبر وحشر اور آخرت کے کروڑہا سال پر مشتمل ہے، لامحدود اور نہ ختم ہونے والی زندگی ہے، اس کی روح ایمان ہے اور اس کی غذا نماز اور دیگر عبادات ہیں، روحانی اور اُخروی زندگی کو تازہ خون پہنچانے اور اس کی صحت کو برقرار رکھنے اور اسے نشو ونما دینے کے لیے روزانہ پانچ وقت کی نماز کی شکل میں روحانی غذا حاصل کرنا ضروری ہے۔

اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

۱۰۰(ب)۔ وَمَا ھٰذِہِ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَآ اِلَّا لَھۡوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ لَھِیَ الۡحَیَوَانُ ؕ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ.[۲]

اور یہ دنیاوی زندگی تو صرف کھیل وتماشا ہے اور آخرت کا گھر اصل زندگی (کا مقام) ہے، کاش یہ لوگ جانتے۔

اگر دنیاوی زندگی کو احکامِ خداوندی اور سیرت محمدی علی صاحبہا الصّلٰوۃ والسلام کا پابند کر دیا جائے تو پھر یہ زندگی بھی اُخروی زندگی کی اصلاح وفلاح کا دیباچہ اور مقدمہ بن کر درست ہو جاتی ہے اور قیمتی بن جاتی ہے، اور دنیاوی کام من وجہٍ دین اور عبادت بن جاتے ہیں۔

پانچ وقت کی فرض نماز اور اس کے اوقات:

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

۱۰۱۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا.[۳]

---

[۱] العنکبوت: ٤٥ [۲] العنکبوت: ٦٤ [۳] النساء: ١٠٣

بلا ریب نماز اہلِ ایمان پر فرض ہے، جس کا وقت مقرر ہے۔

۱۰۲۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى.[۱]

نمازوں کی حفاظت کرو، خصوصاً درمیانی نماز کی (نمازِ عصر)۔

اس آیت کے جمع کے صیغے میں متعدد نمازوں کا ذکر ہے۔

۱۰۳۔ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ.[۲]

نمازِ صبح سے پہلے اور نمازِ عشا کے بعد۔

اس آیتِ کریمہ میں فجر و عشا کی نمازوں کی تصریح ہے۔

۱۰۴۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ.[۳]

اور دن کے دونوں طرف اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجیے۔

اس آیت میں اکثر نمازوں کا ذکر ہے۔

۱۰۵۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ.[۴]

سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز قائم کیجیے، اور صبح کی نماز بھی۔

اس آیتِ مبارکہ میں پانچوں نمازوں کا ذکر ہے۔

پانچ وقت کی فرض نماز بے شمار متواتر احادیث سے بھی ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ ان کو پابندی سے ادا فرماتے رہے۔ متواتر احادیث قطعی دلائل میں سے ہیں، چودہ سو سال سے لاکھوں کروڑوں مسلمان ان کو ادا کرتے چلے آرہے ہیں پوری اسلامی تاریخ میں ایک دن یا ایک وقت بھی اس عمل کا انقطاع نہیں ہوا۔[۵]

انسانوں کی سہولت کے لیے نمازوں کے اوقات میں شرعاً وسعت ہے اوقات کی مقررہ حدود کے اندر اندر نماز درست ہے، ان اوقات کے بعض حصے جواز کا درجہ رکھتے

۱۔ البقرة: ۲۳۸ ۲۔ النور: ۵۸ ۳۔ هود: ۱۱٤ ۴۔ بني إسرائيل: ۷۸

۵۔ سیرت النبی: ج۱، ص ۱۱۹۔ التعليق الصبيح: ج۱، ص ۲۷۰

ہیں اور بعض حصے استحباب کا۔ مستحب وقت میں نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ افضل درجہ حاصل ہو۔

نمازِ صبح کا وقت طلوعِ صبحِ صادق سے طلوعِ شمس تک ہے:

۱۰۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْفَجْرِ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ، وَإِنَّ اٰخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ۔[۱]

حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ صبح کے وقت کی ابتدا صبحِ صادق کے طلوع کا وقت ہے، اور اس کی انتہا سورج نکلنے تک ہے۔

صبح کی نماز کا مستحب وقت اسفار ہے:

۱۰۷۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهٗ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ۔[۲]

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: صبح کی نماز اسفار میں ادا کرو، کیوں کہ اس میں زیادہ اجر و ثواب ہے۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے، حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری جلد۲ صفحہ ۴۵ پر فرماتے ہیں وَصَحَّحَهٗ غَيْرُ وَاحِدٍ کہ بہت سے محدثین نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اسفار سے مراد یہ ہے کہ صبح کا اجالا خوب پھیل جائے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے:

۱۰۸۔ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا أَسْفَرْتُمْ بِالْفَجْرِ فَإِنَّهٗ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ۔[۳]

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: جس قدر تم اسفار میں نماز ادا کرو گے اس قدر اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔

۱۔ الترمذي: ج۱، ص ۲۲. مسند أحمد ۲۔ الترمذي: ج۱، ص ۲۲. المشكاة: ص ٦١. أبو داود نحوه: ج۱، ص ٦٧، مسند الدارمي ۳۔ النسائي: ج۱، ص ٩٤

اس کی سند صحیح ہے۔[1]

۱۰۹۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی دوسری مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا بِلَالُ! نَوِّرْ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُبْصِرَ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ مِنَ الْإِسْفَارِ.[2]

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بلال! صبح کی نماز اجالے میں ادا کیا کرو، یہاں تک کہ لوگ اسفار کی وجہ سے اپنے تیر گرنے کے مقامات دیکھ سکیں۔

۱۱۰۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی تیسری مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نَوِّرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهٗ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ.[3]

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: صبح کی نماز اجالے میں ادا کرو، کیوں کہ اس میں زیادہ اجر وثواب ہے۔

۱۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَزَالُ أُمَّتِيْ عَلَى الْفِطْرَةِ مَا أَسْفَرُوْا لِصَلَاةِ الْفَجْرِ.[4]

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: میری اُمت فطرت پر ہمیشہ قائم رہے گی جب تک کہ وہ صبح کی نماز اِسفار میں ادا کرتی رہے گی۔

اس مضمون کی مرفوع حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔[5]

اِسفار کی مرفوع حدیثیں درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ[6] حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ[7] حضرت حوّا انصاریہ رضی اللہ عنہا۔[8]

---

[1] نصب الراية: ج١، ص ٢٣٨ [2] مصنف ابن أبي شيبة، مسند إسحاق بن راهويه، الطبراني، كتاب الحجج للإمام محمد، أبو داود الطيالسي [3] الطبراني الكبير

[4] مسند البزار، الطبراني الأوسط [5] الطبراني [6] الطبراني

[7] الطبراني، مسند البزار [8] الطبراني

ان احادیث کی تفصیل نصب الرایہ جلد اول صفحہ ۲۳۵ تا ۲۳۷ اور عمدۃ القاری جلد سوم صفحہ ۹۰ شرح صحیح بخاری میں ملاحظہ فرمائیں۔ اگرچہ ان کی سندیں متکلّم فیہ ہیں، تاہم محدثین کے اصول کے مطابق تائید کے درجہ میں پیش کی جاسکتی ہے۔

۱۱۲۔ حضرت ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَا أَجْمَعَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ عَلٰی شَيْءٍ مَا أَجْمَعُوْا عَلَی التَّنْوِيْرِ بِالْفَجْرِ.[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس قدر صبح کے اسفار پر اجماع فرمایا ہے، اس قدر اجماع واتفاق کسی اور چیز پر نہیں کیا۔

یہ حدیث صحیح سند سے طحاوی جلد ا صفحہ ۱۳۶ میں بھی مروی ہے۔[2]

حضرت محدث سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ **الأزهار المتناثرة** میں لکھتے ہیں کہ اسفار کی حدیثیں متواتر ہیں۔[3]

فائدہ: بعض مرفوع احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز غَلَس (اندھیرے) میں پڑھاتے تھے۔ بعض محقّقین نے اس کی توجیہ میں لکھا ہے کہ بے شک آپ کا عمل عام طور پر غلس اور اندھیرے میں نماز پڑھنے کا تھا، لیکن عوام کی سہولت کے لیے آپ نے ہی اُمت کو اسفار میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ تو آپ کے ارشاد کی وجہ سے اُمت کے لیے اسفار میں نماز پڑھنا افضل ہے۔[4]

نماز ظہر کا وقت زوالِ شمس سے دو مثل سایہ تک ہے:

۱۱۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الظُّهْرِ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۳۲۲ [2] نصب الراية: ج۱، ص ۲۳۹

[3] معارف السنن شرح الترمذي: ج۲، ص ۴۵

[4] أوجز المسالك شرح الموطأ للإمام مالك: ج۱، ص۸

وَاٰخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ.[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نمازِ ظہر کے وقت کی ابتدا زوالِ شمس سے ہے اور اس کی انتہا جب عصر کا وقت داخل ہو۔

۱۱۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث ہے، جس کی سند صحیح ہے:

صَلِّ الظُّهْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ وَالْعَصْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ.[۲]

ظہر کی نماز پڑھ جب تیرا سایہ تیرے مساوی ہو اور عصر کی نماز پڑھ جب تیرا سایہ دوگنا ہو۔

۱۱۵۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: كُنَّا فِيْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهُ: أَبْرِدْ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهُ: أَبْرِدْ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهُ: أَبْرِدْ، حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ.[۳]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، مؤذن نے (ظہر کی نماز کے لیے) اذان دینے کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا: تاخیر کرو۔ اس نے (وقفہ کے بعد) پھر اذان کا ارادہ کیا، تو آپ نے دوبارہ فرمایا: ٹھہرو، اس نے پھر اذان کا ارادہ کیا، آپ نے سہ بارہ فرمایا: تاخیر کرو۔ حتیٰ کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر ہوگیا (تب اذان و نماز ہوئی)۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ ٹیلے کا سایہ ٹیلے کے برابر ایک مثل سایہ کے بعد ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں نمازِ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے، دو مثل کے بعد نمازِ عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی مذکورہ بالا حدیث واضح طور پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کا ماخذ ہے، لیکن ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی تحقیق میں ظہر کا وقت ایک مثل ہے۔

---

۱ الترمذي: ج۱، ص ۲۲. مسند الإمام أحمد

۲ الموطأ للإمام مالك: ص ۵ باب وقوت الصلاة

۳ البخاري: ج۱، ص ۸۷ باب الأذان للمسافرين

لہٰذا احتیاط اس میں ہے کہ ظہر کی نماز پہلی مثل کے اندر اور عصر کی نماز دو مثل کے بعد پڑھی جائے، تاکہ اجماعی اوقات میں نماز ادا ہو۔[1]

نمازِ ظہر کا مستحب وقت:

۱۱۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نسائی میں ان الفاظ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ.[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی تو نماز (ظہر) تاخیر سے پڑھتے تھے اور جب سردی ہوتی تو تعجیل فرماتے (اول وقت میں پڑھتے)۔

۱۱۷۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب سخت گرمی ہو تو نماز تاخیر سے ادا کیا کرو، کیوں کہ گرمی کی شدت جہنّم کی بھاپ سے ہے۔

۱۱۸۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ.[4]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: جب گرمی سخت ہو تو نماز تاخیر سے ادا کرو۔

۱۱۹۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

---

[1] الشامي: ج۱، ص۲۶۹. فتح القدير: ج۱، ص۱۹۳. البحر الرائق: ج۱، ص۲۳۵

[2] النسائي: ج۱، ص ۸۷. المشكاة: ۶۲

[3] البخاري: ج۱، ص ۷۶ باب الإبراد بالظهر في شدة الحر. مسلم: ج۱، ص ۲۲٤ باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر

[4] البخاري: ج۱، ص۷۷. مسلم: ج۱، ص ۲۲٤

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ؛ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.[1]

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: نمازِ ظہر تاخیر سے ادا کرو، کیوں کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔

محدث ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ التلخیص الحبیر مع شرح المهذب جلد۳ صفحہ ۵۱ پر فرماتے ہیں کہ حدیث: إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ. متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے درج ذیل کتب حدیث میں مروی ہے:

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بخاری ومسلم میں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بخاری وغیرہ میں

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے نسائی میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح ابن خزیمہ میں

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مسند امام احمد وابن ماجہ میں

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بخاری میں

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے مصنّف ابن ابی شیبہ ومستدرک حاکم میں

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسند بزار میں مروی ہے الخ۔

فائدہ: بعض صحیح احادیث میں ظہر کی تعجیل اور اول وقت میں پڑھنا مذکور ہے ارباب تحقیق نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں۔ ایک توجیہ وتطبیق تو یہ ہے کہ تعجیل کی حدیثیں موسم سرما پر اور ابراد وتاخیر کی حدیثیں موسم گرما پر محمول ہیں۔ اس تطبیق کا واضح قرینہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا صحیح حدیث ہے: إِذَا كَانَ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ کہ جب گرمی ہوتی تو حضور ﷺ تاخیر سے نماز پڑھتے اور جب سردی

[1] البخاري: ج۱، ص ۷۷

ہوتی تو اول وقت میں نماز پڑھتے۔

دوسری توجیہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: وَكَانَ اٰخِرُ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْإِبْرَادَ.[1] یعنی تعجیل کی حدیثیں ابتدا پر محمول ہیں اور ابراد و تاخیر والی حدیثیں آخری زمانہ پر محمول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ابراد و تاخیر کا تھا۔

بہر حال مذکورہ بالا صحیح احادیث کی روشنی میں گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنا افضل ہے۔

نمازِ عصر کا وقت ظہر کے آخر وقت سے غروبِ شمس تک ہے:

۱۲۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ.[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے غروبِ شمس سے پہلے نمازِ عصر کی ایک رکعت پالی اس نے نماز عصر پالی۔

۱۲۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَقْتُ صَلَاةِ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ وَيَسْقُطْ قَرْنُهَا الْأَوَّلُ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نمازِ عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک کہ سورج زرد نہ پڑ جائے اور اس کا پہلا کنارہ غروب ہونے لگے۔

---

[1] فتح الباري شرح البخاري: ج۲، ص ۱٤

[2] البخاري: ج۱، ص ۸۲. مسلم: ج۱، ص ۲۲۱، وبقیہ صحاح ستہ

[3] مسلم: ج۱، ص ۲۲۳ باب أوقات الصلوات الخمس

نمازِ عصر کا مستحب وقت اصفرارِ شمس سے پہلے پہلے:

۱۲۲۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا، ثُمَّ قَرَأَ: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر تمہاری استطاعت میں یہ بات ہو کہ تم صبح وعصر کی نماز میں مغلوب نہ رہو تو ایسا کرو (ان نمازوں کی پابندی کرو)۔ پھر حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے (اس حدیث کی تائید میں) یہ آیت پڑھی: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا. طلوعِ شمس وغروبِ شمس سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے۔

۱۲۳۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: لَنْ يَّلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ.[2]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے طلوعِ شمس وغروبِ شمس سے پہلے یعنی فجر اور عصر کی نماز پابندی سے ادا کی، وہ ہرگز دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

ان احادیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اور قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ تسبیح وتحمید کا حکم آیا ہے، اس سے فجر وعصر کی نمازیں مراد ہیں۔

۲۔ حدیث، تفسیر و دیگر تمام اسلامی وعربی علوم کے مسلمہ امام علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ عقیدۃ الاسلام میں لکھتے ہیں:

---

[1] البخاري: ج۱، ص ۷۸ باب فضل صلاة العصر. مسلم: ج۱، ص ۲۲۸ باب فضل صلاة الصبح والعصر. أبو داود كتاب السنة

[2] مسلم: ج۱، ص ۲۲۸. النسائي: ج۱، ص ۸۲ باب فضل صلاة العصر. مسند الإمام أحمد

قَبْلَ الطُّلُوْعِ اور قَبْلَ الْغُرُوْبِ کے کلمات فصحا کے استعمال میں طلوع وغروب سے قریب اوقات پر بولے جاتے ہیں۔ چنانچہ عربی میں جب کوئی شخص کہتا ہے: اٰتِیْكَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ کہ میں تیرے پاس غروب شمس سے پہلے آؤں گا، تو مخاطب یہی سمجھتا ہے کہ غروب سے کچھ پہلے آئے گا۔ دو تین گھنٹے غروب سے قبل کا وقت نہیں سمجھا جاتا۔[۱]

اس بنا پر قرآن وحدیث کی مذکورہ نصوص سے نماز فجر وعصر میں اول وقت سے قدرے تاخیر سے ادا کرنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے، کتاب وسنت کا یہ اشارہ اور استنباط بہت وزنی اور اہم ہے۔

۱۲۴۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَشَدَّ تَعْجِيْلًا لِلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ أَشَدُّ تَعْجِيْلًا لِلْعَصْرِ مِنْهُ.[۲]

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز تم سے پہلے پڑھتے تھے اور تم عصر کی نماز آپ سے پہلے پڑھتے ہو۔

یہ حدیث صحیح ہے۔[۳]

اس سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اول وقت سے قدرے تاخیر سے پڑھتے تھے۔

۱۲۵۔ حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً.[۴]

۱۔ فتح الملهم شرح مسلم: ج۲، ص۲۰۱. التعليق الصبيح شرح المشكاة: ج۱، ص۲۷۸ و ۲۸۴

۲۔ الترمذي: ج۱، ص ۲۳. مسند أحمد. المشكاة: ص ۶۲

۳۔ معارف السنن شرح الترمذي: ج۲، ص ۷۱

۴۔ أبو داود: ج۱، ص ۶۵ باب في صلاة العصر. ابن ماجه

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نمازِ عصر تاخیر سے ادا فرماتے تھے، جب تک سورج صاف سفید رہتا۔

۱۲۶۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ بِتَأْخِيرِ الْعَصْرِ.[۱]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عصر کی تاخیر کا حکم دیا کرتے تھے۔

یہ آخری دو حدیثیں سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، تاہم محدثین کے اُصول پر تائید و استشہاد میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

۱۲۷۔ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا:

صَلِّ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهَا صُفْرَةٌ.[۲]

نمازِ عصر سورج میں زردی آنے سے پیشتر اس وقت ادا کرو جب کہ سورج سفید ہو۔

۱۲۸۔ إِنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رضي الله عنه كَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ.[۳]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عصر کی نماز تاخیر سے ادا فرماتے تھے۔

فائدہ: بعض صحیح احادیث میں نمازِ عصر تعجیل سے اور اول وقت میں پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ مذکورہ بالا آیات واحادیث کی روشنی میں تعجیل والی حدیثیں بیانِ جواز اور بعض اوقات پر محمول ہیں۔[۴]

نمازِ مغرب کا وقت:

مغرب کی نماز کا وقت غروبِ شمس سے غروبِ شفق تک ہے۔

۱۲۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

۱۔ مسند أحمد، الدارقطني، البيهقي، الطبراني الكبير

۲۔ الموطأ للإمام مالك: ص ۵، سند قوي ۳۔ الطبراني الكبير، ورجاله موثقون

۴۔ فتح الملهم شرح الصحيح لمسلم: ج۱، ص ۲۰۱

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ حِيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ وَإِنَّ اٰخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَغِيْبُ الْأُفُقُ.[1]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مغرب کا اول وقت غروب شمس ہے اور اس کا آخری وقت اُفق (شفق) کی غیوبت کا وقت ہے۔

۱۳۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ.[2]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نمازِ مغرب کا وقت شفق کے غائب ہونے تک ہے۔

فائدہ: شفق کا لفظ غروبِ شمس کے بعد سرخی اور سرخی کے بعد سفیدی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں یہاں شفق سے وہ سفیدی مراد ہے جو سرخی کے بعد مغربی افق پر دکھائی دیتی ہے۔

اس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث ہے:

۱۳۱۔ ثُمَّ أَذَّنَ (بِلَالٌ رضی اللہ عنہ) لِلْعِشَاءِ حِيْنَ ذَهَبَ بَيَاضُ النَّهَارِ وَهُوَ الشَّفَقُ.[3]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عشا کی اذان دی جب کہ دن کی سفیدی ختم ہوئی اور وہی شفق ہے۔

اس کی سند حسن ہے۔[4]

نمازِ مغرب کا مستحب وقت:

مغرب کی نماز ہمیشہ سردی ہو یا گرمی غروبِ شمس کے فوراً بعد ادا کرنا مستحب ہے۔

۱۳۲۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

---

[1] الترمذي: ج۱، ص ۲۲. مسند أحمد

[2] مسلم: ج۱، ص ۲۲۳. أبو داود. المشكاة: ۵۹

[3] الطبراني الأوسط

[4] حاشية نصب الراية: ج۱، ص ۲۳۳

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَا يَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ —أَوْ قَالَ: عَلَى الْفِطْرَةِ— مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت بھلائی پر قائم رہے گی، یا فرمایا فطرت وسنت پر قائم رہے گی جب تک مغرب میں تاخیر نہیں کرے گی۔

امام حاکم مستدرک میں فرماتے ہیں: صحيح على شرط مسلم[2] کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

نمازِ عشا کا وقت:

نمازِ عشا کا وقت غروب شفق سے صبح صادق تک ہے۔

۱۳۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْعِشَاءِ حِيْنَ يَغِيْبُ الْأُفُقُ۔[3]

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ نمازِ عشا کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جب اُفق (شفق) غائب ہوتا ہے۔

۱۳۴۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

ثُمَّ أَمَرَهُ بِالْعِشَاءِ حِيْنَ وَقَعَ الشَّفَقُ۔[4]

پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عشا کا حکم دیا جب کہ شفق غروب ہوئی۔

۱۳۵۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ حِيْنَ يَسْوَدُّ الْأُفُقُ۔[5]

اور آنحضرت ﷺ نمازِ عشا اس وقت ادا فرماتے جب اُفق (آسمان کا کنارہ) سیاہ ہو جاتا۔

---

[1] أبو داود: ج۱، ص۶٦. المشكاة: ص ٦١ [2] نصب الراية: ج۱، ص۲۴۶
[3] الترمذي: ج۱، ص ۲۲. مسند أحمد [4] مسلم: ج۱، ص ۲۲۳
[5] أبو داود: ج۱، ص ۶۳ باب في المواقيت

۱۳۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ وَحَتّٰى نَامَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى.[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشا کی نماز میں تاخیر فرمائی، یہاں تک کہ رات کا اکثر حصّہ گزر گیا اور مسجد والے سو گئے، پھر آپ تشریف لائے اور نماز پڑھی۔

۱۳۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

أَخَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعِشَاءَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ.[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نمازِ عشا آدھی رات تک مؤخر کی۔

۱۳۸۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

أَعْتَمَ بِالصَّلَاةِ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى بِهِمْ.[3]

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا کو مؤخر کیا، یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی، پھر تشریف لائے اور ان کو نماز پڑھائی۔

۱۳۹۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نماز کے اوقات کی تفصیل لکھی اور فرمایا:

وَصَلِّ الْعِشَاءَ أَيَّ اللَّيْلِ شِئْتَ وَلَا تُغْفِلْهَا.[4]

اور نماز عشا رات کے جس حصّے میں چاہو ادا کرو اور اسے ترک مت کرو۔

نماز عشا کا مستحب وقت:

نماز عشا کا مستحب وقت تہائی رات کے قریب ہے۔

۱۴۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

---

[1] مسلم: ج۱، ص ۲۲۹ باب وقت العشاء. النسائي: ج۱، ص ۹۳

[2] مسلم: ج۱، ص ۲۲۹ [3] مسلم: ج۱، ص ۲۲۹

[4] الطحاوي: ج۱، ص ۹٤ ورجاله ثقات

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُؤَخِّرُوْا الْعِشَاءَ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ. وقال الترمذي: حسن صحيح.[۱]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اپنی اُمت پر مشقت محسوس نہ کرتا تو ان کو حکم دیتا کہ وہ تہائی رات یا نصف رات تک عشا کی نماز تاخیر سے پڑھیں۔

۱۴۱۔ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ ...... وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَلَا يُبَالِيْ بِتَأْخِيْرِ الْعِشَاءِ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ.[۲]

رسول اللہ ﷺ نمازِ عشا کی تاخیر کو پسند فرماتے تھے...... اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ تہائی رات تک عشا کو مؤخر کردیں۔

عشا کے وقت میں ضعیف اور بیمار کی رعایت:

اگرچہ عشا کی نماز میں اُصولی طور پر تہائی رات کے قریب تک تاخیر مستحب ہے، تاہم اس میں کمزور، بیمار اور معذور مقتدیوں کی رعایت کرنا بھی ضروری ہے۔

۱۴۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے عشا کی نماز آدھی رات کے قریب پڑھائی اور فرمایا:

لَوْلَا ضُعْفُ الضَّعِيْفِ وَسُقْمُ السَّقِيْمِ لَأَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلَاةَ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ.[۳]

اگر ضعیف کا ضعف اور بیمار کی بیماری نہ ہوتی تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر کرتا۔

خلاصہ: مذکورہ بالا سطور میں پانچ وقت کی نمازوں کے مستحب اوقات صحیح احادیث کی روشنی

۱۔ الترمذي: ج۱، ص ۲۳، ابن ماجه، مسند أحمد. المشكاة: ص ٦١

۲۔ البخاري: ج۱، ص ۷۸. مسلم: ج۱، ص ۲۳۰. المشكاة: ص ٦٠

۳۔ أبو داود: ج۱، ص ٦٦. النسائي، مسند أحمد، المشكاة: ص ٦٢

میں بیان ہو چکے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مغرب میں ہمیشہ سردی ہو یا گرمی، تقدیم مستحب ہے، اور سردی کی ظہر میں بھی تقدیم مستحب ہے، اور باقی تمام نمازوں میں ہمیشہ گرمی کا موسم ہو یا سردی کا، اول وقت سے قدرے تاخیر کرنا مستحب ہے۔

اول وقت میں نماز کی احادیث پر تبصرہ:

بعض ائمہ کرام رحمہم اللہ ہمیشہ اول وقت میں تمام نمازوں کے استحباب کے قائل ہیں، ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

۱۴۳۔ حضرت اُمّ فروہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ، قَالَ: اَلصَّلَاةُ فِيْ أَوَّلِ وَقْتِهَا.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا: اول وقت میں نماز پڑھنا۔

تبصرہ:

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حَدِيْثُ أُمِّ فَرْوَةَ لَا يُرْوٰى إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ، وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ، وَاضْطَرَبُوْا فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ.[2]

اُمّ فروہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث صرف عبداللہ بن عمر العمری کے واسطہ سے مروی ہے اور وہ محدثین کے ہاں قوی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں اضطراب ہے (اور مضطرب حدیث ضعیف ہوتی ہے)۔

---

[1] الترمذي: ج١، ص ٢٤. أبو داود، المشكاة: ص ٦١

[2] الترمذي: ج١، ص ٢٤ باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل

محدث دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلل میں اس حدیث کے اضطراب و اختلاف کثیر کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔[1]

حضرت محدث بنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ صَرَّحَ أَحْمَدُ رحمه الله ثُمَّ الْبَيْهَقِيُّ ثُمَّ النَّوَوِيُّ رحمه الله ثُمَّ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رحمه الله وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْحُفَّاظِ: أَنَّهُ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ بِأَسَانِيْدَ كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ.[2]

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، محدث بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، محدث نووی شارح مسلم شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری شافعی اور دیگر حفاظ محدثین نے اس حقیقت کو صراحت سے بیان کر دیا ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔

۱۴۴۔ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْوَقْتُ الْأَوَّلُ مِنَ الصَّلَاةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: نماز کا اول وقت رضائے الٰہی کا سبب ہے۔

تبصرہ:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی یعقوب بن الولید ہے اور وہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔ اس راوی کے متعلق محدثین نے درج ذیل تبصرہ کیا ہے:[4]

محدث ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ.

کہ وہ حدیث گھڑا کرتا تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] نصب الراية: ج١، ص٢٤١   [2] معارف السنن شرح الترمذي: ج٢، ص ٨٥

[3] الترمذي: ج١، ص ٢٤، المشكاة: ص٦١

[4] نصب الراية: ج١، ص ٢٤٣

كَانَ مِنَ الْكَذَّابِيْنَ الْكِبَارِ.

کہ وہ بڑے جھوٹے لوگوں میں سے تھا۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ.

کہ وہ قابل اعتماد نہیں۔

امام نسائی فرماتے ہیں:

مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ.

کہ اس کی حدیث قابل ترک ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقریباً یہی تبصرہ نقل کیا ہے۔[1] محدث بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب المعرفہ اور السنن الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ بِأَسَانِيْدَ كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ.[2]

کہ اس حدیث کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔

محدث نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم اپنی کتاب الخلاصہ میں لکھتے ہیں:

أَحَادِيْثُ "أَيُّ الْأَعْمَالُ أَفْضَلُ قَالَ: اَلصَّلَاةُ لِأَوَّلِ وَقْتِهَا" وَأَحَادِيْثُ "أَوَّلُ الْوَقْتِ رِضْوَانُ اللّٰهِ" كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ.[3]

یعنی مذکورہ بالا دونوں قسم کی حدیثیں تمام کی تمام ضعیف ہیں۔

فائدہ: بعض محدثین نے مذکورہ بالا مستحب اوقات والی صحیح احادیث کی روشنی میں یہ تطبیق و توجیہ لکھی ہے کہ اول وقت والی احادیث سے وقت مختار اور وقت مستحب کا اول حصہ مراد ہے۔

---

[1] التلخيص الحبير مع شرح المهذب: ج۱، ص ٤٦

[2] نصب الراية: ج۱، ص ١٤٣

[3] نصب الراية: ج۱،ص ١٤٣

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:

اَلْمُرَادُ أَوَّلُ الْوَقْتِ الْمُخْتَارِ.[1]

کہ مستحب ومختار وقت کا اول حصّہ مراد ہے۔

نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا فرض ہے:

فرض نماز کو اپنے متعیّن ومقرر وقت پر پڑھنا فرض ہے اور بلا عذر شرعی مقرر وقت سے تقدیم وتاخیر کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

۱۴۵۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا.[2]

بے شک نماز اہلِ ایمان پر فرض ہے جس کا وقت مقرر ہے۔

۱۴۶۔ ارشادِ الٰہی ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ.[3]

نمازوں کی حفاظت کرو۔

مفسّر ابن کثیر شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

يَأْمُرُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ فِيْ أَوْقَاتِهَا.[4]

اللہ تعالیٰ شانہ وقت پر نمازوں کو ادا کرنے کی حفاظت کا حکم فرماتے ہیں۔

۱۴۷۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ.[5]

اور وہ لوگ (فلاح پانے والے اہلِ ایمان) اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

---

[1] المرقاة شرح المشكاة: ج۲، ص ۱۳۶

[2] النساء: ۱۰۳ [3] البقرة: ۲۳۸

[4] التفسير لابن كثير العربي: ج۱، ص ۲۹۰ [5] المؤمنون: ۹

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت مسروق تابعی، حضرت قتادہ تابعی رحمہما اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اوقاتِ نماز کی پابندی بھی محافظتِ صلوٰۃ میں داخل ہے۔[1]
یہی مضمون تفسیر ابن کثیر جلد۴ صفحہ ۴۲۱ پر بھی ہے۔

۱۴۸۔ ارشادِ رحمانی ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ.[2]

اور وہ لوگ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں۔

مفسّر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

(يُحَافِظُوْنَ) عَلٰى مَوَاقِيْتِهَا وَأَرْكَانِهَا وَوَاجِبَاتِهَا وَمُسْتَحَبَّاتِهَا.

کہ وہ لوگ نماز کے اوقات، ارکان، واجبات، مستحبات کی نگہبانی کرتے ہیں۔

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ محافظتِ نماز کے سلسلہ میں وقت کی حفاظت سرفہرست ہے۔

۱۴۹۔ ارشادِ ربانی ہے:

هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ.[3]

وہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں۔

مفسّر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مَعْنَاهُ: يُحَافِظُوْنَ عَلٰى أَوْقَاتِهَا وَوَاجِبَاتِهَا، قَالَهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ وَمَسْرُوْقٌ وَإِبْرَاهِيْمُ النَّخْعِيُّ رحمہما اللہ.

اس ارشادِ ربانی کا معنی و مطلب ہے: نماز کے اوقات و واجبات کی پابندی کرنا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، مسروق رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی تفسیر کی ہے۔

۱۵۰۔ ارشادِ قرآنی ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ.[4]

---

[1] التفسير لابن كثير: ج۳، ص ۲۳۹ [2] المعارج: ۳۴ [3] المعارج: ۲۳
[4] الماعون: ۴، ۵

سوان نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں۔

بعض سلف نے کہا ہے:

بے وقت نماز پڑھنا بھی نماز سے غفلت و سہو کا ایک فرد ہے۔[1]

۱۵۱۔ ارشادِ رحمانی ہے:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ۔[2]

تو ان (مذکورہ انبیا علیہم السلام) کے بعد ایسے نالائق جانشین ہوئے، جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔

بعض سلف کی تفسیر کے مطابق بے وقت نماز پڑھنا بھی اضاعتِ صلوٰۃ کی ایک نوع ہے۔[3]

۱۵۲۔ ارشادِ قدسی ہے:

وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ۔[4]

اور (متقی لوگ) نماز قائم کرتے ہیں۔

بعض سلف کے مطابق اوقاتِ نماز کی پابندی بھی اقامتِ صلوٰۃ کے مفہوم میں داخل ہے۔[5]

راقم الحروف کے ناقص تتبع و تلاش کے مطابق قرآن مجید کی انتالیس آیات میں اقامتِ صلوٰۃ کا حکم یا ذکر مختلف عنوانوں اور متعدد صیغوں سے موجود ہے۔ مصدر (اِقَامُ الصَّلَاةَ) ماضی (اَقَامَ الصَّلَاةَ) مضارع (يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلَاةَ) امر (اَقِيۡمُوا الصَّلَاةَ) اسم فاعل (مُقِيۡمُ الصَّلَاةِ) سب ہی الفاظ میں اقامتِ صلوٰۃ کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن کریم میں ایمان کے بعد سب سے زیادہ تاکید نماز کی

۱۔ التفسیر لابن کثیر: ج٤، ص ٥٥٤ ۲۔ مریم: ٥٩

۳۔ التفسیر لابن کثیر: ج٣، ص ١٢٧، ١٢٨ ۴۔ البقرۃ: ٣

۵۔ التفسیر لابن کثیر: ج١، ص ٤٢

فرمائی گئی ہے۔ بیسیوں آیات میں اِقامتِ صلوٰۃ، محافظتِ صلوٰۃ، دوامِ صلوٰۃ متعدد عنوانوں سے اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

تمام مفسّرین کرام کے ہاں یہ سب عنوان اوران کے معانی ومفاہیم مقتضی ہیں کہ نماز کے فرائض وارکان کے ساتھ ساتھ اوقاتِ نماز کی پابندی کرنا بھی فرض ولازم ہے اوران سے تقدیم وتاخیر کرنا نماز کو ضائع کرنا ہے، نماز سے غفلت کرنا ہے، جو نالائق اور قابل مذمت لوگوں کا شیوہ ہے۔

نماز کے مقرراوقات متواتر احادیث سے ثابت ہیں:

پنج وقتہ فرض نمازوں کے معروف اوقات متواتر صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں اوقاتِ نماز پر مستقل ابواب قائم ہیں ان میں بیسیوں صحیح حدیثیں نماز کے معروف ومقرراوقات پر صراحت کے ساتھ دال ہیں اس سلسلہ میں بعض حدیثیں مختصر طور پر گذشتہ صفحات میں بھی ذکر کی گئی ہیں، تاکید وتبرک کے لیے درج ذیل احادیث بھی مطالعہ فرمائیں:

۱۵۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے:

قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ، قَالَ: اَلصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا.[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے، آپ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔

اوقات نماز کی عملی تعلیم اور امامتِ جبرئیل علیہ السلام:

۱۵۴۔ صحیح احادیث میں ہے کہ شب معراج میں پنج وقتہ فرض نمازوں کا حکم تو عرش معلی

---

[1] البخاري: ج۱، ص ۷٦ باب فضل الصلاة لوقتها. مسلم: ج۱، ص ٦٢. المشكاة: ص ٥٨

حضرت جبرئیل علیہ السلام سے بالا حالتِ معراج میں ہوا، مگر انکے اوقات کی عملی تعلیم کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام مکّہ مکرمہ تشریف لائے اور دو روز بیت اللہ کے پاس نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (ظاہری طور پر) امام بنے۔ پہلے دن ہر نماز اول وقت میں پڑھائی اور دوسرے دن آخر وقت میں پڑھائی، پھر فرمایا:

اَلْوَقْتُ فِيمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ.[1]

نماز کا وقت ان دونوں (اوّل وآخر) وقتوں کے درمیان ہے۔

قال الترمذي: حديث حسن صحيح.

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

محدث جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ إمَامَةِ جبرئيل عليه السلام رَوَاهُ جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ، مِنْهُمْ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَجَابِرٌ وَأَبُو مَسْعُوْدٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَعَمْرُو بْنُ حَزْمٍ وأَبُو سَعِيْدٍ الخُدْرِيُّ وَأَنَسٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رضي الله عنهم.[2]

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی امامت والی حدیث درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سے مروی ہے: حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر، حضرت ابومسعود، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمرو بن حزم، حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔

پھر علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے حسب معمول ان مرفوع احادیث کو چھ صفحات پر تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

امامت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث مختصر طور پر بخاری جلد اول صفحہ ۴۵۷ باب ذکر الملائکۃ و مسلم جلد اول صفحہ ۲۲۱ باب أوقات الصلوات الخمس میں بھی مذکور ہے۔ نیز بخاری جلد اول صفحہ ۷۵ پر بھی یہ حدیث مجملاً مروی ہے۔

---

[1] أبو داود: ج۱، ص۶۲، باب في المواقيت. الترمذي: ج۱، ص ۲۱. المشكاة: ص ۵۹

[2] نصب الراية: ج۱، ص۲۲۱ تا ۲۲۶

امامت جبرئیل علیہ السلام کی ان آٹھ حدیثوں سے بھی اوقاتِ نماز کی اہمیّت اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اس مسئلہ کے لیے قولی تعلیم پر اکتفا نہیں فرمایا گیا بلکہ عملی تعلیم کا اہتمام کیا گیا اور وہ بھی مسلسل دو روز تک۔

۱۵۵۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اوقاتِ نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: دو روز یہاں ٹھہر کر ہمارے ساتھ نماز پڑھو، پھر آپ نے پہلے دن تمام نمازیں اول وقت میں پڑھائیں اور دوسرے دن آخری وقت میں پڑھائیں۔ پھر آپ نے فرمایا:

وَقْتُ صَلَاتِكُمْ بَيْنَ مَا رَأَيْتُمْ.[1]

تمہاری نمازوں کا وقت ان اوقات کے درمیان ہے جو تم نے دیکھے۔

گو روزانہ نماز باجماعت کی صورت میں بھی نماز اور اس کے اوقات کی عملی تعلیم دی جاتی تھی، تاہم سائل کے جواب میں اوقاتِ نماز کی ابتدا و انتہا بتانے کے لیے خصوصی عملی تعلیم کا اہتمام فرمایا گیا۔

تاخیر نماز کا سبب بننے پر سخت بددعا:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احزاب میں ایک روز شدت جنگ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ عصر فوت ہوگئی۔ آپ نے غروبِ شمس کے بعد اس کی قضا پڑھی اور کفار کے خلاف ان الفاظ میں سخت دعا فرمائی:

شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا.[2]

---

[1] مسلم: ج۱، ص ۲۲۳ باب أوقات الصلوات الخمس. المشكاة: ص ۵۹

[2] البخاري: ج۱، ص۴۱۰ و ج۲، ص ۵۹۰ باب غزوة الخندق. مسلم: ج۱، ص ۲۲۷. المشكاة: ص ۶۳

کہ ان (مشرک) لوگوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطٰی یعنی نمازِ عصر سے مشغول رکھا (روکا) اللہ تعالٰی ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

تنبیہ: اندازہ کیجیے کہ رحمت للعالمین ﷺ طائف کے تبلیغی سفر میں اوباش کفار کی خشت باری سے لہولہان ہوجاتے ہیں، ملائکہ علیہم السلام ربانی وحی سے ان کفار کو پیس کر رکھ دینے کی پیش کش کرتے ہیں، اسکے جواب میں آپ صرف ہدایت کی دعا فرماتے ہیں۔ (معروف احادیث کا مضمون) اور یہاں کفار کی مزاحمت کی وجہ سے نماز قضا ہونے پر آپ کو اس قدر سخت قلبی صدمہ پہنچتا ہے کہ ان کفار کے خلاف سخت ترین دعا فرماتے ہیں۔ دھیان کیجیے کہ وقت پر نماز پڑھنے کا آپ کے یہاں کیا مقام تھا اور اس کا کتنا اہتمام تھا۔

نمازِ خوف کی احادیث سے اوقات نماز کی اہمیّت:

۱۵۷۔ قرآن عزیز کی سورۂ نساء (آیت: ۱۰۲) میں نمازِ خوف کی کیفیت اور اس کے اُصول وآداب بیان کیے گئے ہیں۔ صحاح ستہ اور دیگر اہم کتب حدیث میں باب صلاۃ الخوف کے عنوان کے تحت نمازِ خوف کی درجنوں مرفوع احادیث مذکور ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ میدانِ جہاد میں اور عین جنگ کے وقت بھی نماز کی کیفیت میں تو تخفیف کی گنجائش ہے اور نماز میں چلنے کی بھی اجازت ہے، لیکن وقت کو نظر انداز کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ امکانی حد تک وقت کی پابندی ضروری قرار دی گئی ہے۔

۱۵۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه قَالَ: مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا لِمِيْقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ: صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ.[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو بے وقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا (یعنی آپ ہمیشہ وقت پر نماز پڑھتے تھے) مگر (حجۃ الوداع میں) مغرب

[1] البخاري: ج۱، ص ۲۲۸. مسلم: ج۱، ص ۴۱۷. المشكاة: ص ۲۳۰ كتاب الحج

وعشا کو مزدلفہ میں اکٹھے پڑھا (یعنی عشا کے وقت میں مغرب وعشا اکٹھی پڑھیں)۔

۱۵۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ صَلَاةً لِوَقْتِهَا إِلَّا بِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ.[۱]

یعنی رسول اللہ ﷺ ہمیشہ نماز وقت پر پڑھتے تھے لیکن (حجۃ الوداع میں) آپ نے عرفات میں ظہر وعصر کو ظہر کے وقت میں جمع کر کے پڑھا اور مزدلفہ میں مغرب وعشا کو عشا کے وقت میں جمع کر کے پڑھا۔

فائدہ: حجاج کرام کے لیے عرفات میں ظہر وعصر کی جمع حقیقی اور مزدلفہ میں مغرب وعشا کی جمع حقیقی متواتر احادیث سے ثابت ہے اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے، ان صحیح احادیث سے واضح ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے عرفات ومزدلفہ کے علاوہ کبھی بھی جمع حقیقی کی صورت میں دو نمازوں کو اکٹھا کر کے نہیں پڑھا۔

۱۶۰۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّمَا التَّفْرِيْطُ عَلٰى مَنْ لَمْ يُصَلِّ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ الْأُخْرٰى.[۲]

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد عالی ہے: محض اس شخص کی کوتاہی ہے جو ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کر دے۔

۱۶۱۔ سُئِلَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: مَا التَّفْرِيْطُ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: أَنْ تُؤَخَّرَ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الْأُخْرٰى.[۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ نماز میں کوتاہی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کرنا تفریط وکوتاہی ہے۔

---

[۱] النسائي: ج۲، ص ٤٤

[۲] مسلم: ج۱، ص ۲۳۹ باب قضاء الصلاة الفائتة

[۳] الطحاوي: ج۱، ص ۱۲۲ بسند صحيح

۱۶۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتٰى بَابًا مِّنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ.[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس شخص نے بلا عذر دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا۔

تنبیہ: اس حدیث میں ایک راوی حنش بن قیس ضعیف ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ و بعض دیگر محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، تاہم اس کا مضمون صحیح ہے، قرآن و حدیث کی مذکورہ بالا بعض نصوص (إضاعة الصلاة، سهو عن الصلاة، تفريط في الصلاة) کے مطابق ہے۔

اس کے علاوہ محدث ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں، اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن وقوی تسلیم کیا ہے۔[2]

۱۶۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی صوبوں کے ذمہ دار حکام کو ایک گشتی مراسلہ کے ذریعہ متنبہ فرمایا تھا:

إِنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِيْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ كَبِيْرَةٌ مِّنَ الْكَبَائِرِ.[3]

کہ دو نمازوں کو (بلا عذر) ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہ ہے۔

۱۶۴۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ مِنَ الْكَبَائِرِ.

بلا عذر دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۴۵۹

محدث ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

---

[1] الترمذي: ج۱، ص ۲۶ باب ما جاء في الجمع بين الصلاتين

[2] معارف السنن شرح الترمذي: ج۲، ص ۱۶۶

[3] الموطأ للإمام محمد: ص ۱۳۲. سنن البيهقي: ج۲، ص ۱۶۹

جمع بین الصّلوٰتین

بعض صحیح احادیث میں سفر وغیرہ کی وجہ سے جمع بین الصّلوٰتین (دو نمازوں کو اکٹھے ادا کرنے) کا ذکر آیا ہے اور بعض ائمہ کرام نے اسے جمع حقیقی پر محمول کیا ہے، ان کے ہاں سفر وغیرہ کی وجہ سے ظہر و عصر کی نمازوں کو عصر کے وقت میں اکٹھے پڑھنا اور مغرب و عشا کی نمازوں کو عشا کے وقت میں اکٹھے ادا کرنا جمع والی احادیث کا مصداق ہے اور درست ہے۔

ائمہ احناف اور بعض دیگر محققّین کے ہاں جمع والی حدیثیں جمع صوری و جمع عملی پر محمول ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ سفر کی وجہ سے ظہر کی نماز اپنے آخری وقت میں اور عصر کی نماز اپنے اول وقت میں ادا کی جائے، اس صورت میں ہر نماز اپنے اپنے وقت کے اندر ادا ہوگی، لیکن صورت و عمل کے لحاظ سے دونوں نمازیں اکٹھی ادا ہوں گی۔ اسی طرح مغرب کی نماز اپنے آخری وقت میں اور عشا کی نماز اپنے اول وقت میں پڑھی جائے، اس کو جمع صوری یا جمع عملی کہا جاتا ہے۔

غزوہ تبوک کے طویل سفر میں یہی صورتِ عمل تھی کہ سفر بہت طویل تھا، موسم سخت گرم تھا، طہارت و وضو کے لیے پانی کی قلّت تھی، اسلامی فوج کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی۔ اتنے بڑے لشکر کا ان مذکورہ حالات میں بار بار اترنا اور سوار ہونا انتہائی مشکل تھا۔ اس لیے جمع صوری کی شکل میں تخفیف فرمائی گئی۔

بہر حال مؤخر الذکر مکتبِ فکر کی تحقیق میں جمع بین الصّلوٰتین والی احادیث کا محمل یہی جمع صوری و عملی ہے۔ یہی توجیہ و تطبیق درج ذیل وجوہ اور شواہد و قرائن کی بنا پر راجح ہے۔

پہلی وجہ ترجیح:

اوقاتِ نماز کی تعیین وتحدید قطعی فرض ہے، جو قرآن مجید کی متعدد آیات، بیسیوں متواتر احادیث سے ثابت ہے اور پوری اُمت کا اس پر اجماع ہے۔ جمع بین الصلوتین کی حدیثیں اخبار آحاد ہیں۔ قرآنی آیات اور متواتر احادیث کے معارضہ ومقابلہ میں خبر واحد واجب التاویل ہوتی ہے۔ لہٰذا ان اخبار آحاد کو جمع صوری و عملی پر محمول کرنا ضروری ہے، تاکہ قطعیات کی مخالفت نہ ہو، ظنی دلیل کی خاطر قطعیات کی تخصیص و تاویل کرنا قرین انصاف نہیں۔

دوسری وجہ ترجیح:

بعض احادیثِ جمع کے الفاظ بھی جمع صوری کی طرف مشیر ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

۱۶۵۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَيُقَدِّمُ الْعَصْرَ وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُقَدِّمُ الْعِشَاءَ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو مؤخر کرتے اور عصر کو مقدم کرتے مغرب کو مؤخر کرتے اور عشا کو مقدم کرتے۔

۱۶۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث ہے:

كَانَ قَبْلَ غُيُوْبِ الشَّفَقِ فَنَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا عَجِلَ بِهِ أَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتُ.[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (ایک سفر میں) غروب شفق سے قبل سواری سے اُترے مغرب

[1] مسند الإمام أحمد: ج٦، ص ١٣٥. الطحاوي: ج١، ص ١٢٢. المستدرك للحاكم بسند حسن

[2] أبو داود: ج١، ص ١٧٨ باب الجمع بين الصلاتين. الدار قطني: ج١، ص ٣٩٣ بسند صحيح

کی نماز پڑھی پھر انتظار کیا، غروبِ شفق کے بعد عشا کی نماز ادا کی پھر فرمایا: رسول اکرم ﷺ کو جب (سفر میں) جلدی ہوتی تو آپ اسی طرح عمل فرماتے جیسے میں نے کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث جمع صوری کی واضح دلیل ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا عمل بھی جمع صوری کا تھا۔

۱۶۷۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، فَجَعَلَ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ يُصَلِّي الظُّهْرَ فِيْ اٰخِرِ وَقْتِهَا وَيُصَلِّي الْعَصْرَ فِيْ أَوَّلِ وَقْتِهَا. [۱]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ تبوک کے سفر میں نکلے، تو رسول اکرم ﷺ (وتمام صحابہ) ظہر و عصر کو اس طرح جمع کرتے کہ ظہر کو آخر وقت میں اور عصر کو اول وقت میں پڑھتے۔

یہ مرفوع حدیث بھی جمع صوری و عملی پر صریح دلیل ہے۔

۱۶۸۔ حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں کہ میں اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کوفہ سے مکّہ مکرمہ سفرِ حج پر جا رہے تھے:

فَكَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ يُؤَخِّرُ مِنْ هٰذِهٖ وَيُعَجِّلُ مِنْ هٰذِهٖ وَيُصَلِّيْهِمَا جَمِيْعًا، وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُعَجِّلُ الْعِشَاءَ ثُمَّ يُصَلِّيْهِمَا جَمِيْعًا. [۲]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ظہر و عصر کو اس طرح جمع کرتے کہ ظہر کو مؤخر کرتے اور عصر کو مقدم کرتے پھر دونوں کو اکٹھا ادا کرتے، مغرب کو مؤخر کرتے عشا کو مقدم کرتے، پھر دونوں کو اکٹھا ادا کرتے۔

---

[۱] الطبراني الأوسط

[۲] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۴۵۷ باب من قال: يجمع المسافر بين الصلاتين، و اللفظ له. مسند عبد الرزاق: ج۲، ص ۵۴۹. الطحاوي: ج۱، ص ۱۲۳ بسند صحيح

تیسری وجہ ترجیح:

پورے ذخیرۂ احادیث میں آنحضرت ﷺ کے عمل سے صرف انہی دونمازوں کے جمع کرنے کا ثبوت ملتا ہے جن کے اوقات کی سرحدیں آپس میں ملتی ہیں اور درمیان میں مکروہ وقت بھی نہیں ہے جن کی وجہ سے جمع صوری وعملی پر عمل ہوسکتا ہے اور وہ صرف ظہر وعصر یا مغرب وعشا کی نمازیں ہیں، باقی جن نمازوں کے اوقات باہم متّصل نہیں ہیں جیسے فجر وظہر، یا اوقات تو متّصل ہیں لیکن درمیان میں مکروہ وقت ہے جیسے عصر ومغرب یا عشا وفجر کہ نصف شب کے بعد عشا کا مکروہ وقت ہے، ان تینوں صورتوں میں جمع صوری ممکن نہیں ہے۔

ان تین صورتوں میں جمع بین الصّلوتین کا عمل آنحضرت ﷺ سے ثابت بھی نہیں ہے اور باجماع اُمت جائز بھی نہیں ہے، حالانکہ جمع حقیقی ان سب صورتوں میں ممکن ہے۔ اگر جمع حقیقی جائز ہوتی تو ان تمام صورتوں میں جمع کا عمل احادیث سے ثابت ہوتا اور وہ بالاتفاق جائز بھی ہوتا، لیکن واقعہ اس کے خلاف ہے اس تفصیل سے یہ حقیقت الم نشرح ہوگئی کہ احادیث جمع بین الصّلوتین کا محمل ومصداق صرف اور صرف جمع صوری وعملی ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

عمدۃ القاری شرح بخاری: جلد۷، صفحہ ۱۴۸ وما بعدہٗ

وفتح الملہم: جلد۲، صفحہ ۲۶۱

ومعارف السنن: جلد۴، صفحہ ۴۸۱

واوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک: جلد۲، صفحہ ۸۔

اذان واقامت

اذان کی عظمت واہمّیت:

اذان دراصل اسلام کے سب سے اہم اور بنیادی اصولوں کا جامع اعلان ہے۔ حق کی یہ دعوت روزانہ پانچ وقت مسجد سے نشر کی جاتی ہے، بار بار اس میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت اور توحید واستحقاقِ عبادت کا اعلان کیا جاتا ہے:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

کہ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس کے بعد حضرت محمد ﷺ کی رسالت وصداقت کا تکرار کے ساتھ اعلان ہے:

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

پھر نماز اور فلاح کی دعوت ہے:

حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ.

نماز کی طرف آو، نماز کی طرف آو۔ کامیابی کی طرف آو، کامیابی کی طرف آو۔

کہ نماز حقیقت میں دونوں جہان کی کامیابی کا ذریعہ ہے اس میں دنیا کی کامیابی

کے ساتھ آخرت کی کامیابی کی طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے، آخر میں مکرر اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت اور استحقاق عبادت کا اعلان ہے:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۱۶۹۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ط ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ۔[۱]

اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو وہ (کافر) اسے ہنسی اور کھیل بناتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اذان کا ادب واحترام لازم ہے۔

۱۷۰۔ اور ارشاد باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○[۲]

اے اہل ایمان! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف چلو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں کچھ سمجھ ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ جمعہ کی اذان کے بعد کاروبار بند کردینا لازم ہے۔

۱۷۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[۳]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک جن اور انسان اور

[۱] المائدة: ۵۸ [۲] الجمعة: ۹ [۳] البخاري: ج۱، ص ۸۶. المشكاة: ص ٦٤

جو چیز بھی اس کی آواز سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دے گی۔

بلاشبہ مؤذن صاحبان کی یہ بڑی قابلِ رشک منقبت وفضیلت ہے کہ وہ تمام مخلوق جو اس کی اذان سنتی ہے قیامت کے دن اس کی عظمت ورفعت کی گواہی دے گی۔

۱۷۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ثَلَاثَةٌ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: عَبْدٌ أَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوْلَاهُ، وَرَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ، وَرَجُلٌ يُنَادِيْ بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ۔[1]

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: تین شخص قیامت کے دن کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے: وہ غلام جس نے اللہ کا حق اور اپنے مالک کا حق ادا کیا، وہ شخص جس نے قوم کی امامت کی اور وہ قوم اس سے راضی ہے، اور وہ شخص جو رات دن پانچوں نمازوں کی اذان دیتا ہے۔

۱۷۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ أَذَّنَ سَبْعَ سِنِيْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ۔[2]

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے ثواب کے لیے سات سال اذان دی اس کے لیے آگ سے نجات لکھ دی گئی۔

۱۷۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهٗ مَدٰى صَوْتِهٖ وَيَشْهَدُ لَهٗ كُلُّ رَطْبٍ وَّيَابِسٍ۔[3]

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ مؤذن کے لیے اس کی آواز کی انتہا تک مغفرت کی جاتی ہے، اور ہر تر وخشک چیز اس کے حق میں گواہی دیتی ہے۔

---

[1] الترمذي: ج۲، ص۲۰ باب ما جاء في فضل المملوك الصالح. المشكاة: ص ٦٥

[2] الترمذي: ج۱، ص ۲۹. أبو داود، ابن ماجه. المشكاة: ص ٥٢

[3] المشكاة: ص ٦٥. أبو داود: ج۱، ص ۸۳. النسائي، ابن ماجه، مسند أحمد

اذان کے الفاظ:

۱۷۵۔ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ خواب میں فرشتہ نے اذان کی یوں تعلیم دی:

قَالَ: تَقُوْلُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا رَأَيْتُ، فَقَالَ: إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ رضي الله عنه فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهٖ فَإِنَّهُ أَنْدٰى صَوْتًا مِنْكَ. فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ رضي الله عنه فَجَعَلْتُ أُلْقِيْهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهٖ. قَالَ: فَسَمِعَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ وَيَقُوْلُ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ مَا رَأٰى. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.[1]

فرشتے نے حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا تو کہہ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

(حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) جب میں نے صبح کی، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا آپ کو بتایا، آپ نے فرمایا: یہ

---

[1] أبو داود: ج۱، ص ۷۹ باب کیف الأذان

خواب حق ہے ان شاء اللہ (آپ نے مجھے فرمایا) تم بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کو ان کلمات کی تلقین کرو، جو تم نے دیکھے (سنے) ہیں، وہ اذان دیں، کیوں کہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں، تو میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کی تلقین کرنے لگا اور وہ اذان دیتے گئے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں یہ آواز سنی تو وہ جلدی میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے نکلے اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، بے شک میں نے ویسے خواب دیکھا جیسے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دکھلایا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فللّٰه الحمد.

یہ حدیث مسند امام احمد، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، بیہقی میں بھی مروی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: هُوَ عِنْدِي صَحِيحٌ.[1]

اذان میں ترجیع نہیں ہے:

اذان میں ترجیع کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شہادت کے کلمات پہلے دو دو مرتبہ درمیانہ جہر سے کہے جائیں، پھر ان کو زیادہ بلند آواز سے دو دو مرتبہ کہا جائے۔ مذکورہ بالا صحیح حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے۔ علامہ ابن الجوزی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب التحقیق میں لکھتے ہیں:

حَدِيثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رضي الله عنه هُوَ أَصْلُ التَّأْذِينِ وَلَيْسَ فِيهِ تَرْجِيعٌ، فَدَلَّ عَلَى أَنَّ التَّرْجِيعَ غَيْرُ مَسْنُونٍ.[2]

یعنی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث اذان کی اصل بنیاد ہے جس میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ترجیع مسنون نہیں ہے۔

۱۷۶۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے، بلکہ رئیس المؤذنین

[1] كتاب العلل للإمام الترمذي. شرح المهذب: ج٣، ص ٧٦ للنووي. نصب الراية: ج١، ص ٢٥٩ للإمام الزيلعي. التلخيص الحبير على شرح المهذب: ج٣، ص ١٦١ للحافظ ابن حجر الشافعي

[2] نصب الراية: ج١، ص ٢٦٢

تھے، ان کی اذان صحیح سندوں سے بلا ترجیع منقول ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۴۳ پر مروی ہے۔ اس حدیث کے اخیر میں یہ الفاظ بھی ہیں:

ثُمَّ أَمَرَ بِالتَّأْذِيْنِ فَكَانَ بِلَالٌ ﷺ مَوْلٰى أَبِيْ بَكْرٍ يُؤَذِّنُ بِذٰلِكَ.

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ انہی الفاظ سے اذان دیا کرتے تھے۔

اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی اذان کی طرح بلا ترجیع تھی۔

۱۷۷۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ عہد نبوی میں مسجد نبوی کے مؤذن تھے۔ آپ کی اذان میں ترجیع منقول نہیں ہے۔[2]

۱۷۸۔ حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ مسجد قبا کے مؤذن تھے آپ کی اذان ترجیع سے خالی تھی۔[3]

۱۷۹۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّمَا كَانَ الْأَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ.[4]

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد میں اذان کے دو دو کلمے تھے۔

اس حدیث کی سند کے بارے میں محدث ابن الجوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ.[5]

کہ یہ سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بھی عدم ترجیع پر دال ہے۔

---

[1] المغني لابن قدامة الحنبلي: ج۱، ص۴۱۶. معارف السنن شرح الترمذي: ج۲، ص ۱۷۵

[2] أوجز المسالك: ج۱، ص ۱۸۶ شرح الموطأ للإمام مالك　[3] الدار قطني: ج۱، ص ۲۳۶

[4] أبو داود: ج۱، ص۸۳. النسائي: ج۱، ص ۱۰۳. الصحيح لابن خزيمة، الصحيح لابن حبان، الدار قطني، البيهقي، مسند أبي عوانة. نصب الراية: ج۱، ص ۲۶۲

[5] نصب الراية: ج۱، ص ۲۶۲

فائدہ: ۸ھ میں غزوۂ حنین سے مکّہ مکرمہ واپسی پر آنحضرت ﷺ نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو ترجیع کے ساتھ اذان کی تعلیم دی اور ان کو مکّہ مکرمہ کا مؤذن مقرر فرمایا۔ یہ حدیث بخاری کے سوا باقی تمام صحاح ستہ میں مروی ہے، محقّقین علما مذکورہ بالا صحیح احادیث کی روشنی میں اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نومسلم تھے ان کو مکّہ مکرمہ کا مؤذن مقرر کیا گیا تھا۔ موصوف کے دل میں اور اہلِ مکّہ کے دلوں میں توحید و رسالت کا عقیدہ راسخ کرنے کے لیے ان کو ترجیع کا حکم دیا گیا۔ لہٰذا یہ ان کی خصوصیّت تھی، حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے توحید و رسالت کا عقیدہ راسخ ہونے کے بعد بھی بطور تبرک ترجیع کے عمل کو جاری رکھا۔ اگر ترجیع کا مسئلہ عام شرعی حکم ہوتا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور مدینہ منورہ کے دیگر مؤذن صحابہ کرام کو بھی ضرور اس کا امر کیا جاتا اور وہ حضرات اس پر عمل پیرا ہوتے، لیکن واقعہ اس کے خلاف ہے۔[1]

صبح کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کا اضافہ:

۱۸۰۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اذان کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتَ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.[2]

اگر صبح کی نماز ہو تو (اذان کے آخر میں) کہو: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

۱۸۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ: إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ،

---

[1] فتح الملهم شرح الصحيح لمسلم: ج۲، ص ۵. معارف السنن شرح الترمذي: ج۲، ص ۱۸۲

[2] أبو داود: ج۱، ص ۷۹ باب كيف الأذان. والصحيح لابن حبان

قَالَ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔[۱]

یہ بات سنت ہے کہ جب مؤذن صبح کی اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے تو اس کے بعد کہے: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ.

محدث بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[۲] محدث ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔[۳]

اذان کا جواب اور اس کی فضیلت:

۱۸۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ.[۴]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن کہے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ (اسکے جواب میں) تم میں سے کوئی کہے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ پھر مؤذن کہے: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تو جواب دینے والا کہے: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پھر مؤذن کہے: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

۱۔ الدار قطني: ج۱، ص ۲۴۳. البيهقي، الصحيح لابن خزيمة

۲۔ نصب الراية: ج۱، ص ۲۶۴. الدراية: ج۱، ص۱۱۴

۳۔ التلخيص الحبير على شرح المهذب: ج۳، ص ۱۶۸

۴۔ مسلم: ج۱، ص۱۶۷. المشكاة: ص۶۵

رَسُوْلُ اللّٰهِ تو جواب دینے والا کہے: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر مؤذن کہے:
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ تو جواب دینے والا کہے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پھر مؤذن کہے:
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ تو جواب دینے والا کہے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پھر مؤذن کہے:
اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ تو جواب دینے والا کہے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ پھر مؤذن کہے:
لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تو جواب دینے والا کہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور یہ کہنا دل (اخلاص) سے ہو تو جواب دینے والا جنّت میں جائے گا۔

فائدہ: اذان کی دو حیثیتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ نماز باجماعت کا اعلان اور بلاوا ہے دوسرا یہ کہ وہ ایمان کی دعوت اور دینِ حق کا منشور ہے۔ پہلی حیثیت سے اذان سننے والے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ نماز کی تیاری کرے اور نماز باجماعت میں شریک ہو، دوسری حیثیت سے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اذان سنتے وقت اس ایمانی دعوت کے ہر جزو کی اور اس آسمانی منشور کے ہر دفعہ کی اپنے دل اور اپنی زبان سے تصدیق کرے۔ اس طرح پوری اسلامی آبادی ہر اذان کے وقت اپنے ایمانی عہد و میثاق کی تجدید کیا کرے۔ اس لیے اس جواب پر جنّت کی بشارت دی گئی ہے۔[1]

اذان کے بعد کی دعا اور اس کی فضیلت:

۱۸۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اذان سنتے وقت یہ دعا کرے ''اے اللہ! اس اعلان کامل

---

[1] معارف الحديث: ج۳، ص ۱۶۵ مختصراً
[2] البخاري: ج۱، ص ۸۶ باب الدعاء عند النداء، وسنن اربعہ

اور نماز قائمہ دائمہ کے رب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو مقامِ محمود پر سرفراز فرما جس کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔ قیامت کے دن اس شخص کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔

بیہقی کی ایک روایت میں مذکورہ دعا کے آخر میں إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ کا اضافہ بھی ہے۔[۱]

اقامت کے سترہ کلمات:

۱۸۴۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَهُ الْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی۔

آگے اسی حدیث میں ان کلمات کی تفصیل یہ ہے:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.[۲]

اس کی سند صحیح ہے۔ محدث ابن دقیق العید شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الإمام میں فرماتے ہیں:

وَهٰذَا السَّنَدُ عَلٰى شَرْطِ الصَّحِيْحِ.[۳]

کہ یہ سند صحیح کی شرط پر ہے اور معتبر ہے۔

۱۸۵۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اقامت

---

[۱] فتح الباري شرح البخاري: ج۲، ص ۷۸. فتح القدير شرح الهداية: ج۱، ص ۲۱۸

[۲] أبو داود: ج۱، ص ۸۰ باب كيف الأذان. ابن ماجه [۳] نصب الراية: ج۱، ص ۲۶۸

کے سترہ کلمات کی تعلیم دی: وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً۔[1]

یہ حدیث صحیح ہے، اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.[2]

حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ الدرایۃ جلد۱ صفحہ۱۱۴ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو محدث ابن خزیمہ اور محدث ابن حبان نے صحیح تسلیم کیا ہے۔

۱۸۶۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرشتہ سے اذان واقامت سنی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب وتائید فرمائی تھی۔ اس مرفوع حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں:

فَأَذَّنَ مَثْنٰى مَثْنٰى وَأَقَامَ مَثْنٰى مَثْنٰى.[3]

کہ اذان دودو کلمے کہی اور اقامت دودو کلمے کہی۔

اس کی سند صحیح ہے۔ محدث ابن دقیق العید شافعی رحمۃ اللہ علیہ الإمام میں فرماتے ہیں:

وَهٰذَا رِجَالُ الصَّحِيْحِ.

کہ اس سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

علامہ ابن حزم ظاہری اپنی معروف ومشہور کتاب المحلّٰی جلد۳ صفحہ۱۵۸ میں لکھتے ہیں:

وَهٰذَا إِسْنَادٌ فِيْ غَايَةِ الصِّحَّةِ.[4]

کہ یہ سند انتہائی صحیح ہے۔

۱۸۷۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں اذان کا ذکر ہے، اسکے بعد ہے:

ثُمَّ قَامَ: فَقَالَ مِثْلَهَا، إِلَّا أَنَّهُ زَادَ بَعْدَ مَا قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ:

---

[1] الترمذي: ج۱، ص ۲۷ باب ما جاء في الترجيع في الأذان. النسائي، الدارمي

[2] الترمذي: ج۱، ص۲۷ [3] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۲۰۶. السنن للبيهقي: ج۱، ص ۴۲۰ باب ما روي في تثنية الأذان والإقامة [4] نصب الراية: ج۱، ص۲۶۷

"قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ" إلخ.[۱]

یعنی فرشتہ نے اذان کے کلمات کے برابر اقامت کے کلمات کہے، لیکن حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کا اضافہ کیا۔

۱۸۸۔ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا فرشتہ والی حدیث ایک اور سند سے یوں مروی ہے:

إِنَّهُ رَأَى الْأَذَانَ مَثْنٰى مَثْنٰى وَالْإِقَامَةَ مَثْنٰى مَثْنٰى، قَالَ: فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: عَلِّمْهُنَّ بِلَالًا.[۲]

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان کے کلمات دو دو دفعہ اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ سنے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کلمات کی تعلیم دو۔

اس کی سند صحیح ہے۔ حضرت حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ الدراية جلد ۱ صفحہ ۱۱۵ میں فرماتے ہیں: إسناده صحيح.

۱۸۹۔ حضرت اسود تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ بِلَالًا رضي الله عنه كَانَ يُثَنِّي الْأَذَانَ وَيُثَنِّي الْإِقَامَةَ.[۳]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔[۴]

۱۹۰۔ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ بِلَالًا رضي الله عنه يُؤَذِّنُ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُقِيمُ مَثْنٰى مَثْنٰى.[۵]

---

[۱] أبو داود: ج۱، ص ۸۲ باب كيف الأذان. ومسند أحمد [۲] الخلافيات للإمام البيهقي

[۳] مسند عبد الرزاق، الدار قطني: ج۱، ص ۲۴۲. الطحاوي: ج۱، ص ۸۰

[۴] آثار السنن: ص ۶۷ طبع ملتان [۵] الدار قطني: ج۱، ص ۲۴۲. الطبراني بسند لين. آثار السنن: ص ۶۷

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذان (کے کلمات) دو دو دفعہ کہتے تھے اور اقامت (کے کلمات) دو دو دفعہ کہتے تھے۔

۱۹۱۔ حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا مَحْذُوْرَةَ رضي الله عنه يُؤَذِّنُ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُقِيمُ مَثْنٰى مَثْنٰى.[1]

یعنی حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اذان دو دو دفعہ اور اقامت دو دو دفعہ کہتے تھے۔

۱۹۲۔ حضرت سوید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ بِلَالًا رضي الله عنه يُؤَذِّنُ مَثْنٰى وَيُقِيمُ مَثْنٰى.[2]

یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دو دو دفعہ اور اقامت دو دو دفعہ کہتے تھے۔

۱۹۳۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث ہے:

يُثَنِّي الْإِقَامَةَ.

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ اقامت دو دو دفعہ کہتے تھے۔

۱۹۴۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَ ثَوْبَانُ رضي الله عنه يُؤَذِّنُ مَثْنٰى وَيُقِيمُ مَثْنٰى.[3]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اذان دو دو دفعہ اور اقامت دو دو دفعہ کہتے تھے۔

فائدہ: بعض صحیح احادیث میں اِفرادِ اقامت کا امر اور ذکر ہے۔ یعنی اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہے جائیں۔[4]

بعض محقق علما نے مذکورہ بالا تثنیۂ اقامت والی متواتر احادیث کی روشنی میں یہ توجیہ کی ہے کہ اقامت کا اِفراد بیانِ جواز پر محمول ہے۔ اور تثنیۂ اقامت والی احادیث فضلیت و اولویت پر محمول ہیں۔ خاص طور پر مسجد نبوی کے رئیس المؤذنین حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تاحیات تثنیۂ اقامت پر عمل کرنا اس کی افضلیت کی واضح دلیل ہے۔[5]

۱، ۲ الطحاوي: ج۱، ص۸۱ بسند حسن. آثار السنن: ص ۶۷

۳ الطحاوي: ج۱، ص ۸۱ بسند مرسل. آثار السنن: ص ۶۸ ۴ صحاح ستہ

۵ فتح الملهم شرح الصحيح لمسلم: ج۲، ص۴

اقامت کا جواب:

اذان کے جواب کی طرح اقامت کا جواب بھی مسنون ہے اور جواب میں اقامت کے کلمات دہرانے چاہئیں لیکن قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کے جواب میں أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا کہنا چاہیے۔

۱۹۵۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے:

إِنَّ بِلَالًا أَخَذَ فِي الْإِقَامَةِ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا. وَقَالَ فِي سَائِرِ الْإِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيثِ عُمَرَ فِي الْأَذَانِ.[1]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنا شروع کی جب قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا (اللہ تعالیٰ اسے قائم ودائم رکھیں) اور باقی اقامت کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسے کہا جیسے اذان کا جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

---

[1] أبو داود: ج۱، ص۸۵. المشكاة: ص۶۶ باب فضل الأذان

نوٹ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نمبر۱۸۲ پر گزر چکی ہے۔

شرائط وارکانِ نماز

نمازی کے بدن، کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا:

۱۹۶۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ.[۱]

اور اپنے کپڑے پاک رکھیے۔

۱۹۷۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ.[۲]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ طہارت کے بغیر نماز مقبول نہیں۔

فائدہ: وضو، غسل، طہارت کا بیان قدرے تفصیل سے آغازِ کتاب میں درج ہے۔

نماز میں سترِ عورت فرض ہے:

۱۹۸۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ.[۳]

مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔

۱۹۹۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ.[۴]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر مقبول نہیں۔

---

[۱] المدثر: ٤　[۲] مسلم: ج۱، ص ۱۱۹. المشكاة: ص ٤٠　[۳] الأعراف: ۳۱

[۴] أبو داود: ج۱، ص ۱۰۱. الترمذي. المشكاة: ص ۷۳. المستدرك للحاكم، الصحيح لابن خزيمة

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، امام حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔[۱]

استقبالِ قبلہ فرض ہے:

۲۰۰۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ.[۲]

پس آپ (نماز میں) اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیجیے۔

۲۰۱۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ.[۳]

اور تم جہاں کہیں بھی موجود ہو اپنا رخ اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو۔

۲۰۲۔ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ.[۴]

اور آپ جس جگہ سے بھی (کہیں سفر میں) نکلیں (نماز میں) اپنا رخ مسجد حرام کی طرف رکھیں۔

قرآن مجید کے دوسرے پارے کے آغاز میں مسجد حرام اور کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم پانچ مرتبہ دھرایا گیا ہے۔ بار بار یہ تاکید اس لیے فرمائی گئی ہے تاکہ سفر و حضر میں اس کی خوب پابندی کی جائے۔

نوٹ: ریل گاڑی، بحری جہاز اور ہوائی جہاز وغیرہ میں بھی نماز کی صحت کے لیے استقبال قبلہ فرض ہے۔ ترکِ فرض کی صورت میں نماز صحیح نہیں ہوگی سفر میں بعض مسلمان بھائی لاعلمی سے اس مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں، اس لیے یہاں پر توجہ دلا دی ہے۔

۲۰۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ.[۵]

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو وضو مکمل کر، پھر قبلہ کی طرف منہ کر، پس تکبیر کہہ۔

---

۱ فتح القدير شرح الهداية: ج۱، ص ۲۲۴ ۲ البقرة: ۱۴۴ ۳ البقرة: ۱۴۴ ۴ البقرة: ۱۴۹

۵ البخاري: ج۱، ص ۱۰۵. المشكاة: ص ۷۵. مسلم: ج۱، ص ۱۷۰

نماز کی نیت فرض ہے:

۲۰۴۔ حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ.[1]

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، دل سے جان اور سوچ لے (مثلاً) ظہر کے فرض پڑھتا ہوں، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں۔ ہاں قلبی نیت کے استحضار کے لیے زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے۔[2]

نماز میں قیام فرض ہے:

۲۰۵۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ.[3]

اور (نماز میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے ساتھ کھڑے رہا کرو۔

۲۰۶۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا.[4]

مجھے بواسیر کی شکایت تھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے متعلق عرض کیا (کہ کیسے پڑھوں) آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر قیام کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔

نوٹ: ریل گاڑی، جہاز وغیرہ میں بھی فرض نماز میں قیام فرض ہے، بدوں مجبوری فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔ ہاں نفل نماز بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھنا درست ہے۔

---

[1] البخاري: ج ۱، ص ۲ وبقیہ صحاح ستہ۔ المشكاة: ص ۲

[2] فتح القدير: ج ۱، ص ۲۳۲. فتاویٰ عالمگیری: ج ۱، ص ۶۵　[3] البقرة: ۲۳۸

[4] البخاري: ج ۱، ص ۱۵۰. أبو داود، الترمذي، النسائي، ابن ماجه

تکبیرِ تحریمہ فرض ہے:

اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا ارشاد ہے:

۲۰۷۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ.[1]

اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے۔

۲۰۸۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى.[2]

اور اپنے رب کا نام لیا، پس نماز پڑھی۔

۲۰۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ نماز کی تحریمہ تکبیر ہے۔

نماز کا طریقہ:

نمازی رو بہ قبلہ ہو کر نماز کی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہے۔

۲۱۰۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيْرِ.[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر سے نماز شروع کرتے تھے۔

۲۱۱۔ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ.[5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، قبلہ کی طرف رخ کرتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اللہ اکبر کہتے۔

---

[1] المدثر: ۳ [2] الأعلى: ۱۵ [3] أبو داود، الترمذي: ج۱، ص۳. الدارمي

[4] مسلم: ج۱، ص۱۹٤. المشكاة: ص۷۵ [5] ابن ماجه: ص۵۸ سند حسن. آثار السنن: ص۸۱

تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے:

اس سلسلہ میں متعدد احادیث وارد ہیں:

۲۱۲۔ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر فرماتے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ان کو اپنے دونوں کانوں کے برابر لے جاتے۔

۲۱۳۔ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے:

حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ أُذُنَيْهِ.[2]

یہاں تک کہ ان ہاتھوں کو اپنے کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر کرتے۔

۲۱۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے برابر بلند فرماتے۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مختلف احادیث میں یوں تطبیق دی ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے حصوں کے برابر ہوں۔[4]

علمائے احناف نے بھی اس تطبیق کو پسند کیا ہے۔ علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هُوَ جَمْعٌ حَسَنٌ.[5]

کہ یہ اچھی تطبیق ہے۔

---

[1] مسلم: ج۱، ص۱٦٨. المشكاة: ص٧٥ [2] مسلم: ج۱، ص ١٦٨. والمشكاة: ص ٧٥

[3] البخاري: ج۱، ص۲. مسلم: ج۱، ص ١٦٨. المشكاة: ص ٧٥

[4] النووي شرح مسلم: ج۱، ص١٦٨

[5] المرقاة شرح المشكاة: ج٢، ص٢٥٤. بذل المجهود: ج٢، ص١، شرح أبي داود

عورت سینے کے برابر ہاتھ اٹھائے:

۲۱۵۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حَذْوَ أُذُنَيْكَ. وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ ثَدْيَيْهَا.[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو نماز پڑھے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کیجیے اور عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر کرے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی التنویر میں طبرانی کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی ہے۔[2]

۲۱۶۔ حضرت اُمّ درداء رضی اللہ عنہا، حضرت عطاء تابعی، امام زہری، حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم سے منقول ہے:

إِنَّ الْمَرْأَةَ تَرْفَعُ يَدَيْهَا إِلَى ثَدْيَيْهَا.[3]

بے شک عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر بلند کرے۔

قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا:

۲۱۷۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى.[4]

حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب نماز میں داخل ہوئے، رفع یدین کیا اور تکبیر کہی، پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

---

[1] الطبراني، كنز العمال: ج۳، ص۱۷۵

[2] أوجز المسالك شرح الموطأ للإمام مالك: ج۱، ص ۲۰۲

[3] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۲۳۹ والبناية شرح الهداية للمحدث العيني: ج۱، ص۶۰۲

[4] مسلم: ج۱، ص ۱۷۳. المشكاة: ص۷۵

۲۱۸۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث ہے:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلَاةِ قَبَضَ بِيَمِيْنِهِ عَلٰى شِمَالِهِ.[1]

حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔

۲۱۹۔ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَؤُمُّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ.[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے امام بنتے تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا بایاں ہاتھ پکڑتے۔

۲۲۰۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ.[3]

لوگ اس بات پر مامور تھے کہ نماز میں آدمی اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے۔

۲۲۱۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے:

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ.[4]

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی اور پہنچے اور بازو پر رکھا۔

فائدہ: بعض ضعیف اور موقوف روایات میں ارسالِ یدین (ہاتھ چھوڑنے) کا ذکر ہے۔ محقّقین کے ہاں مذکورہ بالا صحیح مرفوع احادیث کے مقابلہ میں وہ حجّت نہیں ہیں۔[5]

---

[1] النسائي: ج١، ص ١٤١. ابن ماجه

[2] الترمذي: ج١، ص ٣٤. ابن ماجه. المشكاة: ص ٧٦. وقال الترمذي: حديث حسن.

[3] البخاري: ج١، ص ١٠٢ باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة. الموطأ للإمام مالك

[4] النسائي: ج١، ص ١٤١. أبو داود، مسند أحمد

[5] السعاية: ج١، ص ١٥٦

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا:

۲۲۲۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَضَعُ يَمِينَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.[1]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔[2]

یہ حدیث مصنّف ابن ابی شیبہ کے متعدد نسخوں میں ہے۔ محدث قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ تخریج احادیث الاختیار شرح المختار میں فرماتے ہیں:

هٰذَ سَنَدٌ جَيِّدٌ.

کہ یہ سند عمدہ ہے۔

محدث ابو الطیب المدنی رحمۃ اللہ علیہ شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ قَوِيٌّ مِنْ حَيْثُ السَّنَدِ.

کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے قوی ہے۔

شیخ محمد عابد السندھی المدنی رحمۃ اللہ علیہ طوابع الأنوار شرح در المختار میں فرماتے ہیں:

رِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

کہ اس حدیث کے راوی ثقہ، قابل اعتماد ہیں۔

الغرض ان ائمہ محدثین نے اس حدیث کی توثیق کی ہے۔[3]

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص۳۹۰ [2] آثار السنن: ص۹۰

[3] بذل المجهود شرح أبي داود: ج۲، ص۲۳. تحفة الأحوذي شرح الترمذي: ج۱، ص ۲۱٤. آثار السنن: ص۹۰

اس کی تائید واستشہاد کے درجہ میں درج ذیل روایات وآثار بھی ہیں:

۲۲۳۔ خلیفۂ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ.[۱]

ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا نماز کی سنت ہے۔

۲۲۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.[۲]

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔

علامہ علاؤ الدین المارديني ابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محدث ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی ہے، ملاحظہ ہو۔[۳]

۲۲۵۔ حضرت ابو مجلز تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ بَاطِنَ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ.[۴]

نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور دونوں کو ناف سے نیچے رکھے۔

اس کی سند جید ہے[۵] حافظ ابوبکر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی التمہید میں ابو مجلز کا مذکورہ مسلک نقل کیا ہے۔[۶]

۲۲۶۔ حضرت ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[۱] مسند الإمام أحمد: ج۱، ص۱۱۰. مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص۳۹۱. الدار قطني: ج۲، ص ۲۸۶. السنن للبيهقي: ج۲، ص۳۱ [۲] أبو داود، براوية الأعرابي

[۳] الجوهر النقي على البيهقي: ج۲، ص ۳۱ طبع مصر

[۴] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۳۹۱ [۵] الجوهر النقي على البيهقي: ج ۲، ص ۳۱

[۶] الجوهر النقي: ج۲، ص۳۱

يَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.[۱]

نمازی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

اس کی سند حسن ہے۔[۲]

۲۲۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثٌ مِنْ أَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ: تَعْجِيلُ الْإِفْطَارِ وَتَأْخِيرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.[۳]

تین باتیں اخلاقِ نبوت سے ہیں: ا۔ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا ۲۔ سحری کھانے میں تاخیر کرنا ۳۔ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

فائدہ ۱: بعض روایت میں ناف یا سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے، لیکن محدثین کرام کے ہاں وہ سب روایات متکلّم فیہ ہیں اور ضعیف ہیں۔[۴]

فائدہ ۲: اس پر سب علما کا اتفاق ہے کہ عورت نماز میں اپنے سینے پر ہاتھ باندھے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واتفقو على أنّ السنّة لهن وضع اليدين على الصدر لأنه أستر لها.[۵]

ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ عورتوں کے لیے سینے پر ہاتھ رکھنا مسنون ہے کیوں کہ یہ صورت ان کے لیے زیادہ باعث ستر و پردہ پوشی ہے۔

شیخ حلبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۵۶ھ نے بھی اس مسئلہ پر اتفاق واجماع نقل کیا ہے۔[۶]

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ إلخ پڑھنا:

۲۲۸۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

۱۔ مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۳۹۰ ۲۔ آثار السنن: ۹۱

۳۔ المحلى لابن حزم تعليقاً. الجوهر النقي على البيهقي: ج۲، ص ۳۲

۴۔ آثار السنن: ص ۸۴–۸۸ ۵۔ السعاية شرح شرح الوقاية: ج۲، ص ۱۵۶

۶۔ الكبيري: ص ۳۰۱

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ.[۱]

اور جب آپ کھڑے ہوں تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجیے۔

ضحاک تابعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نماز کے قیام میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ پڑھا جائے۔[۲]

۲۲۹۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ بِاللَّيْلِ كَبَّرَ، ثُمَّ يَقُوْلُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.[۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تکبیر فرماتے پھر یہ دعا پڑھتے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.

اس حدیث کی سند قوی ہے، محدث الہیثمی الزوائد جلد۲ صفحہ ۲۶۵ پر لکھتے ہیں:

رِجَالُ أَحْمَدَ ثِقَاتٌ.

مسند احمد کے راوی ثقہ اور معتمد ہیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صحیح الإسناد.[۴] محدث طیبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إِسْنَادٌ حَسَنٌ.[۵]

۲۳۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُوْلُ: سُبْحَانَكَ

---

[۱] الطور: ٤٨

[۲] السنن لسعيد بن منصور، مصنف ابن أبي شيبة، ابن جرير، ابن المنذر. السعاية: ج٢، ص ١٦١. الدر المنثور: ج٦، ص ١٢٠

[۳] أبو داود: ج١، ص١١٩. الترمذي: ج١، ص ٣٣. النسائي، ابن ماجه. المشكاة: ص١٠٨. مسند أحمد

[۴] نصب الراية مع الحاشية: ج٢، ص ٣٢١ [۵] المرقاة شرح المشكاة: ج٢، ص ٢٧٨

اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.[۱]

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے، پھر یہ دعا پڑھتے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ. اے اللہ! میں آپ کی تسبیح وتحمید کہتا ہوں آپ کا نام بابرکت ہے اور آپ کی بزرگی برتر ہے اور آپ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔

اس کی سند قوی ہے۔[۲]

۲۳۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.[۳]

نبی اکرم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو یہ دعا پڑھتے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.

ابوداود کی سند حسن ہے۔[۴]

۲۳۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.[۵]

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.

۱۔ الدار قطني و الطبراني

۲۔ المغني لابن قدامة الحنبلي: ج۱، ص۵۱۸. الدار قطني: ج۱، ص۱۱۳. نصب الراية: ج۱، ص۳۲۰

۳۔ الترمذي: ج۱، ص۳۳. أبو داود: ج۱، ص۱۲۰. ابن ماجه

۴۔ المرقاة شرح المشكاة: ج۲، ص۲۷۸، الطيبي

۵۔ الطبراني، نصب الراية: ج۱، ص۳۲۲

اس مضمون کی مرفوع حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔[۱]

۲۳۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہی دعا پڑھتے تھے، بعض اوقات لوگوں کی تعلیم کی غرض سے یہ دعا اونچی آواز سے پڑھتے تھے:

إِنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ كَانَ يَجْهَرُ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ، يَقُوْلُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.[۲]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یہ کلمات بلند آواز سے پڑھتے تھے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.

اس کی سند صحیح ہے۔[۳]

۲۳۴۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی یہی دعا پڑھتے تھے۔ ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

كَانَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ، يُسْمِعُنَا ذٰلِكَ.[۴]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو ہمیں سنا کر یہ دعا پڑھتے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.

اس کی سند حسن ہے۔[۵]

۲۳۵۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی یہ دعا پڑھتے تھے۔[۶]

۲۳۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی یہ دعا پڑھتے تھے۔[۷]

---

[۱] البيهقي

[۲] مسلم: ج١، ص١٧٢ منقطعًا، باب حجة من قال: لا يجهر بالبسملة. الدار قطني: ج١، ص٢٩٩. الطحاوي

[۳] آثار السنن: ص ٩٣ [۴] الدار قطني: ج١، ص٣٠٢ [۵] آثار السنن: ص٩٣

[۶] السعاية: ج٢، ص ١٦٠. السنن لسعيد بن منصور. المنتقى لابن تيمية

[۷] ابن المنذر، المنتقى لابن تيمية، البيهقي، كذا في السعاية: ج٢، ص ١٦٠

فائدہ: بعض صحیح احادیث میں کچھ اور دعائیں بھی مروی ہیں، جیسے: إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ إلخ.

لیکن خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل بالخصوص لوگوں کی تعلیم کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام کے سامنے اسے جہر سے پڑھنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر عمل یا آخری عمل سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنے کا تھا۔ لہٰذا یہ دعا راجح اور افضل ہے۔[1]

تعوذ:

امام اور منفرد نے قراءت پڑھنی ہے، اس لیے وہ ثنا کے بعد قراءت سے پہلے أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ پڑھیں۔

۲۳۷۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ.[2]

پس جب آپ قرآن مجید پڑھنے لگیں تو مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیں۔

۲۳۸۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ...... ثُمَّ يَقُولُ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تکبیر کہتے...... پھر أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ پڑھتے۔

مسند احمد میں أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ہے۔[4]

---

[1] المنتقى لابن تيمية. فتح القدير لابن الهمام: ج۱، ص ۲۵۲ [2] النحل: ۹۸

[3] أبو داود: ج۱، ص ۱۲۰. الترمذي. المشكاة: ص۱۰۸. النسائي، ابن ماجه، مسند أحمد، البيهقي

[4] السعاية: ج۲، ص۱۶۶

۲۳۹۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ ...... اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.[1]

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ آپ نے نماز شروع کی تو آپ نے پڑھا...... اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.

فائدہ: تعوذ کے مختلف الفاظ احادیث میں مروی ہیں، سب درست ہیں۔

تسمیہ:

۲۴۰۔ حضرت نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فَقَرَأَ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنِّيْ لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.[2]

حضرت نعیم تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی پھر فاتحہ پڑھی، جب آپ نے نماز کا سلام پھیرا تو فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم سب سے میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے۔

یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، بیہقی، دارقطنی اور طحاوی میں بھی ہے۔ محدث حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ.[3]

بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

---

[1] ابن ماجه: ص٥٩ باب الاستعاذة في الصلاة. المشكاة: ص٧٨

[2] النسائي: ج١، ص ١٤٤ باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم

[3] نصب الراية: ج١، ص ٣٢٤

۲۴۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" فِي صَلَاتِهِ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ پڑھتے تھے۔

وَقَالَ الدار قطني: إسنادُ لا بَأسَ به.

فائدہ: تسمیہ بالاخفاء کی حدیثیں جنکی تفصیل آگے آرہی ہے وہ بھی قراءتِ تسمیہ کی دلیل ہیں۔

تعوذ اور تسمیہ کا آہستہ پڑھنا:

۲۴۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وعُمَرَ رضي الله عنهما كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ بِـ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورۃ فاتحہ) سے نماز شروع فرماتے تھے۔

فائدہ: تعوذ وتسمیہ کا نماز میں پڑھنا تو اوپر احادیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تعوذ وتسمیہ جہر سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ یہ آہستہ پڑھتے تھے۔ البتہ جہری نماز میں فاتحہ جہر سے پڑھتے تھے۔

۲۴۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رضي الله عنهم فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ.[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر،

---

[1] الدارقطني: ج۱، ص۳۰۲

[2] البخاري: ج۱، ص۱۰۳. المشكاة: ص ۷۹ باب ما يقرأ بعد التكبير

[3] البخاري: ج۱، ص ۱۰۳. مسلم: ج۱، ص ۱۷۳

حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی میں نے ان میں سے کسی کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے نہیں سنا۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تسمیہ جہر سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ وہ آہستہ پڑھی جاتی تھی جیسا کہ احادیث ذیل سے واضح ہے:

۲۴۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مسلم کی دوسری روایت میں ہے:

فَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ الْقِرَاءَةَ بِـ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا يَذْكُرُوْنَ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، فِيْ أَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِيْ اٰخِرِهَا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے قراءت شروع فرماتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہ قراءت کے شروع میں پڑھتے تھے اور نہ اس کے آخر میں۔

۲۴۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہی مرفوع حدیث نسائی، مسند احمد، صحیح ابن حبان اور دار قطنی میں ان الفاظ سے مروی ہے:

فَكَانُوْا لَا يَجْهَرُوْنَ بِـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔

۲۴۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نسائی جلد اول صفحہ ۱۴۴، ابن حبان اور طحاوی کی ایک روایت میں ہے:

فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِّنْهُمْ يَجْهَرُ بِـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کو بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جہر سے پڑھتے نہیں سنا۔

---

[1] مسلم: ج۱، ص ۱۷۲

۲۴۷۔ یہی حدیث طبرانی اور حلیہ ابو نعیم میں ان الفاظ سے مروی ہے:

وَكَانُوا يُسِرُّونَ بِـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آہستہ پڑھتے تھے۔

ان تمام حدیثوں کے راوی ثقہ ہیں۔[1]

۲۴۸۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا أَقُولُ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ إِيَّاكَ وَالْحَدَثَ ...... قَالَ: وَصَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَمَعَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ وَمَعَ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقُولُهَا.[2]

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد صاحب نے مجھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے سنا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! بدعت سے بچو...... اور فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے ان میں سے کسی کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے نہیں سنا۔ (یعنی جہر سے پڑھتے نہیں سنا)۔

یہ حدیث حسن ہے۔[3]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں:

حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ

---

[1] نصب الراية: ج۱، ص ۳۲۷، ۳۲۹

[2] الترمذي: ج۱، ص ۳۳ باب الجهر بـ بسم الله الرحمن الرحيم. النسائي: ج۱، ص ۱۴۴ باب ترك الجهر بـ بسم الله الرحمن الرحيم. ابن ماجة: ص ۵۹. الطحاوي: ج۱، ص۱۱۹

[3] الترمذي: ج۱، ص ۳۳. نصب الراية: ج۱، ص ۳۳۲

النَّبِيِّ ﷺ، مِنْهُمْ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رضی اللہ عنہم وَغَيْرُهُمْ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ، وَبِهِ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ، لَا يَرَوْنَ أَنْ يَّجْهَرَ بِـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. قَالُوْا: وَيَقُوْلُهَا فِيْ نَفْسِهِ.

یہ حدیث حسن ہے، صحابہ اور تابعین میں سے اکثر اہلِ علم کا عمل اس حدیث پر ہے۔ ان میں سے خلفائے راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات بھی ہیں، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام احمد، اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم بھی اس کے قائل ہیں، یہ سب حضرات بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے جہر کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ نمازی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اپنے دل میں کہے، یعنی آہستہ کہے۔

۲۴۹۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةَ بِـ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.[1]

رسول اللہ ﷺ نماز تکبیر سے اور قراءت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے۔

۲۵۰، ۲۵۱۔ حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رضی اللہ عنہما لَا يَجْهَرَانِ بِـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّأْمِيْنِ.[2]

حضرت عمر، حضرت علی رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور تعوذ اور آمین جہر سے نہیں کہتے تھے۔

---

[1] مسلم: ج۱، ص ۱۹٤. البيهقي. المشكاة: ص ۷۵

[2] الطحاوي: ج۱، ص۱۲۰

۲۵۲۔ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّهُ كَانَ يُخْفِي بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْاِسْتِعَاذَةَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور تعوذ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ آہستہ پڑھتے تھے۔

فائدہ: بعض احادیث میں نماز میں جہر سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنے کا ذکر ہے۔ محققین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں:

۱۔ مذکورہ بالا صحیح احادیث سے منسوخ ہیں۔

۲۔ سند کے لحاظ سے اخفا والی حدیثیں راجح ہیں۔

۳۔ بعض اوقات لوگوں کو بتلانے کے لیے کہ اس مقام پر یا اس وقت یہ چیز پڑھی جارہی ہے، اخفا والے اُمور میں قدرے جہر کردیا جاتا تھا۔

چنانچہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں کبھی کبھی ایک آیت ہمیں سنانے کے لیے جہر سے پڑھتے تھے۔

وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ أَحْيَانًا.[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اہلِ بصرہ کی تعلیم واطلاع کے لیے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ إلخ کا جہر ثابت ہے۔[3]

اسی طرح مذکورہ بالا صحیح حدیث اور خلفائے راشدین کے مسلسل عمل کے قرینہ سے تسمیہ کا جہر بھی کبھی کبھار لوگوں کی تعلیم واطلاع کے لیے تھا۔[4]

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۵۳۶. زجاجة المصابيح: ج۱، ص۲۵۵

[2] البخاري: ج۱، ص ۱۰۷ باب إذا أسمع الإمام الآية. مسلم: ج۱، ص ۱۸۵ باب القراءة في الظهر

[3] مسلم: ج۱، ص ۱۷۲ باب حجة من قال: لا يجهر بالبسلمة

[4] الناسخ و المنسوخ للعلامة الحازمي: ص ۵٦. نصب الراية: ج۱، ص۳٦۱. معارف السنن شرح الترمذي: ج۲، ص۳٦۸

فائدہ: اپنے دور کے بے بدل محدث جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس صفحات پر بسم اللہ کے مسئلہ کی نہایت مفصّل، مدلل، محقّق بحث کی ہے۔[1]

امام صاحب نماز میں فاتحہ پڑھے اس کے ساتھ سورت بھی ملائے:

۲۵۳۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ.[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت پڑھتے تھے۔

منفرد فاتحہ پڑھے اس کے ساتھ اور قراءت بھی کرے:

۲۵۴۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِذَا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَبِمَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَقْرَأَ.[3]

جب تو نماز کے لیے کھڑا ہووے اور قبلہ کی طرف رخ کرے تو تکبیر کہہ، پھر فاتحہ پڑھ اور جو اللہ چاہے قرآن پڑھ۔

یہ حدیث مسند احمد جلد چہارم صفحہ ۳۴۰ میں ان الفاظ سے مروی ہے:

إِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ.[4]

جب تو قبلہ رخ ہووے تو تکبیر کہہ پھر فاتحہ پڑھ پھر تو جو چاہے قرآن پڑھ۔

---

[1] نصب الراية ج۱ ص ۳۲۳-۳۶۳

[2] البخاري: ج۱، ص ۱۰۵ باب القراءة في الظهر. مسلم: ج۱، ص ۱۸۵. المشكاة: ص ۷۹

[3] أبو داود: ج۱، ص ۱۳۱ باب من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود

[4] نصب الراية: ج۱، ص ۳٦٤

قراءت خلف الامام

مقتدی امام کی قراءت کے وقت خاموش رہے امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے:

۲۵۵۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.[۱]

اور جب قرآن مجید پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگایا کرو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحمت ہو۔

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ آیت خطبہ و وعظ میں نازل ہوئی یا مطلق قراءت کے سلسلے میں اُتری یا نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ راجح قول یہ ہے کہ یہ نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلَاةِ الْمَفْرُوْضَةِ.[۲]

یہ مذکورہ آیت فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

درج ذیل صحابہ و تابعین سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ[۳] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ[۴] حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ[۵] حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ[۶] حضرت ضحاک، حضرت نخعی، حضرت قتادہ، حضرت شعبی، حضرت سدی، حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمۃ اللہ علیہم[۷]۔

---

[۱] الأعراف: ۲۰۴　[۲] كتاب القراءة للإمام البيهقي: ص ۷۳

[۳] تفسیر ابن جریر: ج۹، ص۱۰۳　[۴] الدار قطني

[۵] تفسیر ابن مردویہ　[۶] البيهقي　[۷] تفسیر ابن کثیر: ج۲، ص۲۸۱

علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ جلد اول صفحہ ۱۴۳ میں اور علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے المغنی جلد اول صفحہ ۶۰۵ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

أَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰی أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلَاةِ.[1]

اس پر لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے متعلق نازل ہوئی۔

جمہور مفسّرین نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر روح المعانی، تفسیر بیضاوی، تفسیر کشاف، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر ابوالسعود، تفسیر خازن وغیرہ میں اسی قول کو راجح قرار دیا گیا ہے کہ آیت کا شانِ نزول نماز ہے۔

ظاہر ہے کہ نماز میں امام صاحب بالاجماع قراءت کرتا ہے۔ قرآن مجید کی اس نص قطعی سے واضح ہوا کہ جب امام صاحب قراءت کرے تو مقتدی پر لازم اور واجب ہے کہ وہ توجہ کرے اور خاموش رہے۔ اِسْتَمِعُوْا اور أَنْصِتُوْا امر کے صیغے ہیں، اور علمائے اصول کے قول کے مطابق مطلق امر وجوب کے لیے آتا ہے۔

احادیث نبویہ و آثار صحابہ نے اس مسئلہ کو کھول کر بیان کیا ہے کہ نماز میں امام صاحب کا فریضہ قراءت کرنا اور مقتدی کا فریضہ خاموش رہنا ہے۔

۲۵۶۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا .... وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا.[2]

کہ تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو......اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔

امام مسلم اس حدیث کی صحت کا اظہار کرتے ہیں، بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں اور مشائخ وقت کا اجماع نقل کرتے ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] نصب الراية: ج٢، ص ١٤ مع الحاشية [2] مسلم: ج١، ص ١٧٤ باب التشهد في الصلاة

إِنَّمَا وَضَعْتُ هٰهُنَا مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ[1]

کہ میں نے یہاں (صحیح مسلم میں) صرف وہی حدیث درج کی ہے جس پر مشائخ کا اجماع ہے۔

درجِ ذیل محدثین وفقہا بھی اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں

امام احمد حنبل[2] امام نسائی[3] مفسّر ابن جریر[4] علامہ ابن حزم ظاہری[5] محدث منذری[6] مفسّر ابن کثیر شافعی[7] امام بخاری کے استاذ امام اسحاق بن راہویہ[8] حافظ ابن حجر شافعی[9] علامہ ابن قدامہ حنبلی[10] علامہ ابن عبدالبر مالکی[11] علامہ ابن تیمیہ حنبلی[12] علامہ عینی حنفی[13] اہلحدیث کے راہنما علامہ نواب صدیق حسن خان[14] اس حدیث کی صحت کے مزید حوالوں کے لیے فتح الملہم شرح مسلم: جلد دوم، صفحہ ۲۲۔ معارف السنن شرح ترمذی: جلد سوم، صفحہ ۲۳۹۔ نصب الرایۃ مع الحاشیہ: جلد دوم، صفحہ ۱۵۔ فصل الخطاب علامہ انور شاہ کشمیری: صفحہ ۲۷۔ احسن الکلام: محقق العصر علامہ محمد سرفراز خان صفدر صاحب جلد اول، صفحہ ۱۲۳ ملاحظہ فرمائیں۔

۲۵۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا.[15]

---

[1] مسلم: ج۱، ص ۱۷٤ باب التشهد في الصلاة

[2] مسند أحمد: ج۲، ص۳۸٦. تنوع العبادات لابن تيمية: ص ۸٦

[3] فتح الملهم: ج۲، ص ۲۲. وحاشية نصب الراية: ج۲، ص ۱۵

[4] التفسير لابن جرير: ج۹، ص ۱۱۰　　[5] المحلى: ج۳، ص ۲۱۰

[6] عون المعبود: ج۱، ص ۲۳۵　　[7] التفسير لابن كثير: ج۲، ص ۲۸۰

[8] تنوع العبادات لابن تيمية　　[9] فتح الباري شرح البخاري: ج۲، ص ۲۰۱

[10] المغني: ج۱، ص ٦۰۵　　[11] نفحة العنبر: ص ۷۹

[12] فتاوىٰ ابن تيمية: ج۲، ص ٤۱۲. وتنوع العبادات: ص ۸٦

[13] عمدة القاري شرح البخاري: ج۳، ص ٥٦　　[14] عون المعبود شرح أبي داود: ج۱، ص ۳۲۳

[15] النسائي: ج۱، ۱۰۷. ابن ماجه، أبو داود، مصنف ابن أبي شيبة، مسند الإمام أحمد

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں:

هُوَ عِنْدِي صَحِيحٌ۔[۱]

اہل حدیث کے راہنما شیخ نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں:

وَهٰذَا الْحَدِيثُ مِمَّا ثَبَتَ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَنِ، وَصَحَّحَهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ.[۲]

یہ حدیث اہل سنن کے نزدیک ثابت ہے اور ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

دراصل مذکورہ بالا صحیح حدیثیں قرآنِ کریم کی مذکورہ بالا آیت: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کی تفسیر و شرح ہیں۔ چنانچہ اسی حقیقت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے تاویل قولہ عز وجل: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ کا عنوان اور باب قائم کر کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی محررہ بالا حدیث ذکر کی ہے۔[۳]

۲۵۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوا۔[۴]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔

اس کے راوی ثقہ ہیں۔[۵]

ان مرفوع صحیح صریح احادیث سے واضح ہوا کہ نماز باجماعت میں قراءت صرف امام صاحب کا وظیفہ و فریضہ ہے مقتدیوں کا وظیفہ اور فریضہ سکوت و خاموشی ہے۔ پھر

---

[۱] مسلم: ج۱، ص ۱۷٤ [۲] دليل الطالب: ص ۲۹٤ [۳] السنن للنسائي: ج۱، ص ۱٤٦

[٤] كتاب القراءة للبيهقي: ص ۹۲ [۵] أحسن الكلام: ج۱، ص ۱۳٤

آیت واحادیث میں امر کا صیغہ ہے "أَنْصِتُوْا" علمائے اصول کی تصریح کے مطابق مطلق امر وجوب کے لیے آتا ہے لہٰذا جب امام صاحب قرآن پڑھے تو مقتدی پر لازم و واجب ہے کہ وہ خاموش رہے۔

۲۵۹۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔

یہ حدیث تقریباً چالیس سندوں سے مروی ہے، اس کی اکثر سندیں معلول ہیں۔ بعض سندیں صحیح، قوی اور معتبر ہیں۔

پہلی قوی سند:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو اپنی سند سے روایت کیا ہے،[1] اس سند کے متعلق حافظ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ مُتَّصِلٌ، رِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ.[2]

یہ سند صحیح متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ اور لائق اعتماد ہیں۔

دوسری قوی سند:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کے استاذ محدث ابو بکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے اسکو مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۷۷ میں روایت کیا ہے اس سند کے متعلق علامہ ماردینی رحمۃ اللہ علیہ الجوهر النقي على البيهقي جلد دوم صفحہ ۱۵۹ پر لکھتے ہیں:

هٰذَا سَنَدٌ صَحِيْحٌ.

یہ سند صحیح ہے۔

---

[1] مسند الإمام أحمد: ج ۳، ص ۳۳۹

[2] شرح المقنع للكبير على حاشية المغني: ج ۲، ص ۱۱ طبع بيروت

تیسری قوی سند:

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کے استاذ محدث احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے اس کو روایت کرتے ہیں۔[1]

محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اس سند کے تمام راویوں کی توثیق نقل کر کے لکھتے ہیں:

صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.[2]

یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

چوتھی قوی سند:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں یہ حدیث روایت کی ہے جس کے بارے میں مفسّر محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہے:

عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.[3]

یہ سند صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔

پانچویں قوی سند:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موطأ صفحہ ۹۸ میں یہ حدیث صحیح سند سے روایت کی ہے۔[4]

نیز یہ حدیث قوی سند سے کتاب الآثار امام محمد، کتاب الآثار امام ابو یوسف، كتاب القراءة للبيهقي، طحاوی وغیرہ میں بھی مروی ہے۔

بہر حال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ مرفوع صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ امام صاحب کی قراءت مقتدی کیلئے کافی ہے، مقتدی کو الگ قراءت کرنے کی ضرورت نہیں۔ دراصل اس حدیث میں ایک مسلمہ اصول و ضابطہ کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ وہ

---

[1] مسند أحمد بن منيع [2] فتح القدير شرح الهداية: ج۱، ص ۲۹۵

[3] التفسير روح المعاني: الجزء ۹، ص ۱۵۱ [4] فتح القدير شرح الهداية: ج۱، ص ۲۹۵

اُصول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی فرد یا جماعت یا ادارہ کا نمائندہ ہو تو نمائندہ کی بات اس شخص یا جماعت یا ادارہ کی بات تسلیم کی جاتی ہے جس نے اسے نمائندہ قرار دیا ہے۔ تمام دنیا کے عُقلا اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے سفارتی، عدالتی اور تجارتی نظام اسی پر چل رہے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی اسی اُصول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاصد و نمائندہ کی حیثیت سے بارگاہِ رسالت میں قرآن مجید پڑھاتے اور پہنچاتے ہیں۔ پورا قرآن مجید تقریباً تیئس سال میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں پڑھا اور پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے نمائندہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اس ساری قراءت کو اپنی قراءت قرار دیتے ہوئے جمع متکلّم کا صیغہ ارشاد فرمایا:

فَإِذَا قَرَأْنَاهُ.[1]

پس جب ہم قرآن کو پڑھیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق امام صاحب کی حقیقی قراءت مقتدی کی حکمی قراءت ہے اور اس کے لیے کافی ہے، اُسے خود قراءت کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲۶۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز کے درمیان آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور امام بنے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکبّر بنے۔ آگے حدیث کے الفاظ ہیں:

وَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَيْثُ كَانَ بَلَغَ أَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ.[2]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے قراءت شروع کی، جہاں تک ابو بکر رضی اللہ عنہ پہنچ چکے تھے۔

---

[1] القیامۃ: ۱۸ [2] ابن ماجہ: ص ۸۸

مسند احمد جلد اول صفحہ ۲۰۹ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فَقَرَأَ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِيْ بَلَغَ أَبُوْ بَكْرٍ ﷺ مِنَ السُّوْرَةِ.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت کے اس حصّے سے قراءت شروع کی جہاں تک ابو بکر رضی اللہ عنہ پہنچ چکے تھے۔

مسند احمد وابن ماجہ کی سندیں قوی ہیں۔[1]

اس قوی حدیث کا متبادر مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رکعت قراءتِ فاتحہ کے بغیر ادا ہوئی۔ ذخیرۂ احادیث میں اس رکعت کے اعادہ کا کہیں ذکر نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے اس آخری عمل سے معلوم ہوا کہ مقتدی کی نماز قراءتِ فاتحہ کے بغیر صحیح ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

إِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ[2]

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آخری عمل ہوتا ہے اُسی پر عمل کیا جاتا ہے۔

آگے اس سلسلہ میں چند موقوف آثار ذکر کیے جاتے ہیں۔

۲۶۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ وَرَاءَ الْإِمَامِ.[3]

جس شخص نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے (یعنی امام کے پیچھے نماز بدوں فاتحہ درست ہے)۔

یہ حدیث صحیح ہے۔[4]

اس سے معلوم ہوا کہ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفاتحة الكتاب کا حکم امام ومنفرد کیلئے ہے

---

[1] فتح الباري شرح الصحيح للبخاري: ج۵، ص ۲۶۹ باب الوصايا [2] البخاري: ج۱، ص ۹۶

[3] الترمذي: ج۱، ص ۴۰ باب ما جاء في ترك القراءة خلف الإمام. الموطأ للإمام مالك: ص ۶۸

[4] الترمذي: ج۱، ص ۴۰

مقتدی اس حکم سے مستثنیٰ ہے، اس کی نماز فاتحہ کے بغیر درست ہے۔

۲۶۲، ۲۶۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اتباعِ سنت میں بہت ہی مشہور ہیں، آپ کا قول وعمل صحیح سند سے یوں مروی ہے:

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ وَإِذَا صَلّٰى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ، وَكَانَ اِبْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ.[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لیے کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھے تو ضرور قرآن پڑھے اور خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔[2]

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول وفعل دو حدیثوں پر مشتمل ہے۔

۲۶۴۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی کا ارشاد ہے:

لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِيْ شَيْءٍ.[3]

امام کے ساتھ کسی بھی نماز میں کسی قسم کی قراءت نہیں۔

اس صحیح حدیث میں ہر قسم کی نماز میں جہری ہو یا سری، مقتدی کے لیے قراءت کی نفی ہے جو فاتحہ اور سورت سب کو شامل ہے۔

۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷۔ حضرت عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت جابر رضی اللہ عنہم کا ارشاد ہے:

لَا يُقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ.[4]

کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھا جائے۔

---

[1] الموطأ للإمام مالك: ص ٦٩. الدار قطني: ج١، ص١٥٤ [2] نصب الراية مع الحاشية: ج٢، ص١٢

[3] مسلم: ج١، ص ٢١٥ باب سجود التلاوة. النسائي: ج١، ص ١١١

[4] الطحاوي: ج١، ص ١٢٩. مصنف ابن أبي شيبة: ج١، ص ٣٧٦ نحوه

اس کی سند صحیح ہے۔[1]

۲۶۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قراءت خلف الامام کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

سَيَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ.[2]

امام کی قراءت تیرے لیے ضرور کافی رہے گی۔

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رِجَالُهُ مُوَثَّقُوْنَ.[3]

اس کے روای ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

یہ حدیث صحیح سند سے موطأ امام محمد صفحہ ۹۶، طحاوی جلد اول صفحہ ۱۲۹ میں بھی مروی ہے۔[4]

۲۶۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا۔

أَقْرَأُ وَالْإِمَامُ بَيْنَ يَدَيَّ؟ قَالَ: لَا.[5]

امام میرے آگے ہو تو کیا میں اس کے پیچھے قرآن پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔

اس کی سند صحیح ہے۔[6]

۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رضی اللہ عنہم كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْإِمَامِ.[7]

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کیساتھ قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

---

[1] نصب الراية مع الحاشية: ج۲، ص ۱۲

[2] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۳۷۶. مسند عبد الرزاق: ج۲، ص ۱۳۸

[3] مجمع الزوائد: ج۲، ص ۱۱۰ [4] نصب الراية مع الحاشية: ج۲، ص ۱۲

[5] الطحاوي: ج۱، ص ۱۲۹ [6] آثار السنن: ص ۱۱۶

[7] مسند عبد الرزاق: ج۲، ص ۱۳۹ مرسل قوي بحوالة عمدة القاري شرح البخاري: ج۶، ص ۱۳ باب وجوب القراءة للإمام

۲۷۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

مَنْ قَرأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ.[1]

جس شخص نے امام کے ساتھ قرآن پڑھا وہ فطرت (سنت) پر نہیں ہے۔

۲۷۴۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيْ فِيْهِ حَجَرٌ.[2]

جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے مجھے پسند ہے کہ اس کے منہ میں پتھر ہو۔

۲۷۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِئَ فُوْهُ تُرَابًا.[3]

جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے، کاش کہ اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔

۲۷۶۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيْ فِيْهِ جَمْرَةٌ.[4]

جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے، مجھے پسند ہے کہ اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ السعایة جلد دوم صفحہ ۲۹۹ اور التعليق الممجد صفحہ ۱۰۲ پر فرماتے ہیں:

مذکورہ آثار سے مقصود تہدید ہے، یعنی ڈرانا دھمکانا۔

جیسا کہ متعدد صحیح حدیثوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے گھروں کو آگ میں جلا دینے کی دھمکی دی:

---

[1] مسند عبد الرزاق: ج۲، ص ۱۳۸، مرسل قوي. مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۳۷۶. الدار قطني، الطحاوي. عمدة القاري: ج۶، ص ۱۳

[2] مسند عبد الرزاق: ج۲، ص ۱۳۸. الموطّأ للإمام محمد: ص ۹۸. عمدة القاري: ج۶، ص ۱۳

[3] مسند عبد الرزاق: ج۲، ص ۱۳۸. الطحاوي. عمدة القاري: ج۶، ص ۱۳

[4] الموطّأ للإمام محمد: ص۹۸، جزء القراءة للإمام البخاري: ص۱۱. عمدة القاري: ج۶، ص ۱۳. مصنف ابن أبي شيبة: ج ص۳۷۶

فَأُحْرِقُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ.[۱]

میں ان پر ان کے گھروں کو جلا دوں۔

اسی طرح مذکورہ بالا آثار میں صحابہ کرام نے بھی قراءت خلف الامام سے ممانعت کے سلسلہ میں شدید عنوان اختیار فرمایا ہے۔ حقیقت مقصود نہیں بلکہ محض ڈرانا دھمکانا اور ناگواری کا اظہار مقصود ہے۔

فائدہ: حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی مرفوع صحیح حدیث ہے:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.[۲]

کہ اس شخص کی نماز نہیں ہے جس نے فاتحہ نہیں پڑھی۔

بظاہر اس قسم کی عام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا لازم ہے۔ محققین نے اس کے متعدد جواب دیے ہیں:

جواب ۱: بے شک یہ حدیث عام ہے، لیکن دلائل و قرائن کی بنا پر عام کی تخصیص کا قانون سب کے ہاں مسلم ہے۔ قرآن و حدیث میں تخصیص عام کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، ارشاد ربانی ہے:

ءَاَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ.[۳]

کیا تم اس ذات سے بے خوف ہو جس کی حکومت آسمان میں بھی ہے۔

اس آیت کریمہ میں مَنْ کا لفظ عام ہے، لیکن اس سے مراد صرف ذات باری ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ.[۴]

تم سے پہلے لوگ محض اس لیے ہلاک ہوئے کہ۔

اس حدیث میں مَنْ کا لفظ عام ہے اور مراد خاص ہے یعنی گناہ گار لوگ۔

---

[۱] البخاري: ج۱، ص ۸۹. مسلم ج۱، ص۲۳۲. المشكاة: ج۱، ص ۹۵ باب الجماعة

[۲] صحاح ستہ [۳] الملك: ۱۴ [۴] البخاري: ج۲، ص ۱۰۰۳

اسی طرح لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ اگرچہ عام ہے، مگر مذکورہ بالا آیت کریمہ اور صحیح احادیث و آثار کے قرینہ سے اس عام میں تخصیص ہے۔ اس سے مراد منفرد اور امام ہیں، مقتدی اس سے مستثنیٰ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

مَعْنٰی قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: "لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ" إِذَا کَانَ وَحْدَہٗ.[1]

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد: لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ کا مقصد یہ ہے کہ جب تنہا نماز پڑھے تب فاتحہ ضروری ہے۔ یعنی مقتدی کو یہ حدیث شامل نہیں۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی تشریح نقل کی ہے:

قَالَ سُفْیَانُ: لِمَنْ یُصَلِّي وَحْدَہٗ.[2]

کہ یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے۔ مقتدی کو شامل نہیں۔

جواب۲: اور اگر حدیث لَا صَلَاۃَ کو عام رکھا جائے اور کہا جائے کہ یہ مقتدی کو بھی شامل ہے تو پھر آیت کریمہ فَإِذَا قَرَأْنَاہُ اور حدیث مرفوع مَنْ کَانَ لَہٗ إِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْإِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ کی دلالت سے قراءت کو عام تسلیم کرنا ہوگا کہ قراءت حقیقی ہو یا حکمی، مقتدی کے لیے آیت وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ اور صحیح حدیث وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا کی وجہ سے قراءت حقیقی تو ممنوع ہے، لیکن صحیح حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ إِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْإِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ کی بنا پر قراءت حکمی اس کے لیے کافی وافی ہے۔[3]

---

[1] الترمذي: ج۱، ص ٤٢ باب ما جاء في ترك القراءة خلف الإمام

[2] أبو داود: ج۱، ص ١٢٦ باب من ترك القراءة في الصلاة

[3] حاصل یہ ہے کہ قراءت دو قسم کی ہے، حقیقی اور حکمی، حقیقی قراءت تو مقتدی کے لیے منع ہے اور حکمی قراءت اس کی طرف سے حاصل ہے، جو کافی وافی ہے۔ (ف)

فاتحہ کے بعد آمین کہنا:

۲۷۷۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔

آمین آہستہ کہنا چاہیے:

۲۷۸۔ حضرت عطاء تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اٰمِیْنُ دُعَاءٌ.[2]

آمین دعا ہے۔

اور دعا کا اصول وقاعدہ اخفا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

۲۷۹۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً.[3]

عاجزی کے ساتھ اور آہستہ اپنے رب سے دعا کرو۔

۲۸۰۔ دوسرے مقام پر ارشاد رحمانی ہے:

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا.[4]

جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔

مشہور مفسّر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المسلک ہونے کے باوجود آمین آہستہ کہنے کے مسئلہ میں حنفیہ کے موافق وہمنوا ہیں۔ اور اس موافقت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے حنفیہ کا استدلال بہت قوی اور صحیح ہے:

قَالَ أبُو حنيفة رحمه الله: إخفاء التأمين أفضل، وقال الشافعي رحمه الله: إعلانه أفضل. واحتج أبو حنيفة رحمه الله علٰى صحة قوله، قال: في قوله: "امين" وجهان، أحدهما: أنه دعاء، والثاني: أنه من

---

[1] البخاري: ج۱، ص ۱۰۸ وباقی صحاح ستہ۔ المشكاة: ص ۷۹

[2] البخاري: ج۱، ص ۱۰۷ [3] الأعراف: ۵۵ [4] مريم: ۳

أسماء الله تعالیٰ، فإن كان دعاءً وجب إخفاؤه؛ لقوله تعالیٰ: أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً، وإن كان اسمًا من أسماء الله تعالیٰ وجب إخفاؤه؛ لقوله تعالیٰ: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيْفَةً، فإن لم يثبت الوجوب فلا أقل من الندبة، ونحن بهذا القول نقول.[1]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آہستہ آمین کہنا افضل ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا اظہار کرنا افضل ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول کی صحت پر یوں استدلال کیا ہے کہ آمین میں دو وجہ ہیں: پہلی یہ کہ وہ دعا ہے اور دوسری یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے، پس اگر آمین دعا ہے تو واجب ہے کہ آہستہ پڑھی جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ پکارو اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہو تب بھی اس کا اخفا واجب ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے، سو اگر وجوب ثابت نہ ہو تو استحباب سے کیا کم ہوگا اور ہم بھی اسی قول کے قائل ہیں۔

۲۸۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

فَرَفَعُوْا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيْرِ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِرْبَعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، إِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ إلخ.

(کہ غزوۂ خیبر سے واپسی پر)......لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! اپنے آپ پر رحم کرو، تم بہری اور غائب ہستی کو تو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ تم تو اس ہستی کو پکار رہے ہو، جو قریب ہے سننے والی ہے اور تمہارے ساتھ ہے (لہٰذا تمہاری پکار و دعا آہستہ ہونی چاہیے)۔

[1] التفسير الكبير: ج۱۳، ص ۱۳۱، طبع مصر

یہ حدیث بخاری شریف کے متعدد ابواب میں مروی ہے۔ ملاحظہ ہو: کتاب الجہاد جلد دوم صفحہ ۶۰۵، کتاب الدعوات، کتاب القدر، کتاب التوحید اور مسلم: جلد دوم صفحہ ۳۴۶ کتاب الذکر، ابوداود، ترمذی، مسند احمد۔

۲۸۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ.[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ سب سے بہتر ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو۔

امام جلال الدین سیوطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے۔[2] علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔[3]

ایک حدیث میں ہے:

خَيْرُ الدُّعَاءِ الْخَفِيُّ.[4]

کہ سب سے بہتر دعا آہستہ دعا ہے۔

قرآن وحدیث کی ان ہدایات کی روشنی میں دعا کا اصول وادب اخفا ہے۔ البتہ جہاں پر شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے دعا کے جہر کی تعیین کردی جائے تو وہاں پر جہر ہی مطلوب ہوگا۔

۲۸۳۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا قَرَأَ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، قَالَ: اٰمِيْن. وَأَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ.[5]

---

[1] مسند أحمد: ج۱، ص۱۷۲، ۱۸۰ وابن حبان والبيهقي في شعب الإيمان

[2] الجامع الصغير: ج۲، ص ۸　　[3] السراج المنير: ج۲، ص ۲۶۲ طبع مصر

[4] الصحيح لابن حبان. فتح الملهم شرح مسلم: ج۲، ص ۵۲

[5] الترمذي: ج۱، ص۳۴. أبو داود الطيالسي، الدار قطني، المستدرك للحاكم، مسند أحمد، مسند أبي يعلى، الطبراني، كتاب القراءة للحاكم

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھا تو فرمایا: آمین، اور اس میں اپنی آواز کو پوشیدہ کیا۔

محدث حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔[1]

۲۸۴۔ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّهُ حَفِظَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَكْتَتَيْنِ: سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ.[2]

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد کیے ہیں: ایک جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ فرماتے دوسرا جب آپ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کی قراءت سے فارغ ہوتے۔

اس کی سند قوی ہے۔ علامہ قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۲۸۰ پر لکھتے ہیں:

قال ابن حجر: رواه أبو داود، وسنده حسنٌ بل صَحِيْحٌ.

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو امام ابو داود نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن بلکہ صحیح ہے۔

اس قوی مرفوع حدیث میں دو سکتوں کا ذکر ہے، پہلا سکتہ ثنا و دعا کے لیے تھا اور دوسرا سکتہ آمین کے لیے۔[3]

۲۸۵۔ حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رضی اللہ عنہما يَجْهَرَانِ بِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

---

[1] نصب الراية: ج١، ص ٣٦٩. عمدة القاري شرح البخاري: ج٦، ص ٥٠

[2] أبو داود: ج١، ص ١٢٠ باب السكتة عند الافتتاح. ابن ماجه، مسند الدارمي نحوه. المشكاة: ص ٧٧

[3] المرقاة شرح المشكاة: ج٢، ص ٢٨٠

وَلَا بِـ اٰمِيْنَ.[۱]

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور آمین میں جہر نہیں کرتے تھے۔

۲۸۶۔ خلیفہ راشد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

أَرْبَعٌ يُخْفِيْهِنَّ الْإِمَامُ: اَلتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاٰمِيْن وَاَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.[۲]

امام صاحب کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہئیں: (۱) أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور (۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور (۳) اٰمِيْنَ اور (۴) اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

۲۸۷۔ حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنهما لَا يَجْهَرَانِ بِـ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّأْمِيْنِ.[۳]

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور تعوذ اور آمین جہر سے نہیں کہتے تھے (بلکہ آہستہ کہتے تھے)۔

۲۸۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُخْفِي الْإِمَامُ ثَلَاثًا: اَلتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاٰمِيْنَ.[۴]

امام صاحب کو تین چیزیں آہستہ کہنی چاہئیں: (۱) أَعُوْذُ بِاللّٰهِ إلخ (۲) بِسْمِ اللّٰهِ إلخ (۳) آمین۔

---

[۱] تهذيب الآثار لابن جرير. شرح معاني الآثار للطحاوي: ج۱، ص ۱۵۰. عمدة القاري شرح البخاري: ج٦، ص ۵۲

[۲] كنز العمال: ج٤، ص ۲٤۹. المحلى لابن حزم. فتح الملهم شرح مسلم: ج۲، ص ۵۲. معارف السنن شرح الترمذي: ج۲، ص ٤۱۳

[۳] مجمع الزوائد: ج۲، ص ۱۰۸. الطبراني الكبير. معارف السنن: ج۲، ص ٤۱۳

[۴] المحلى لابن حزم تعليقًا. فتح الملهم شرح مسلم: ج۲، ص۵۲

۲۸۹۔ حضرت ابراہیم تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَرْبَعٌ يُخْفِيهِنَّ الْإِمَامُ: التَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَسُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَآمِينَ۔[1]

امام نماز میں چار چیزیں آہستہ کہتا ہے: (۱) أَعُوذُ بِاللّٰهِ إلخ (۲) بِسْمِ اللّٰهِ إلخ (۳) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ إلخ اور (۴) آمین۔

مفسّر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آمین بالجہر اور آمین بالاخفاء دونوں ثابت ہیں، لیکن آمین بالاخفاء راجح ہے، وجہ ترجیح یہ ہے:

إِذْ كَانَ أَكْثَرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ عَلٰى ذٰلِكَ۔[2]

کیوں کہ اکثر صحابہ وتابعین اسی اخفاء پر عمل پیرا ہے۔

فائدہ: بعض احادیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے۔ محققین نے مذکورہ بالا دلائل اور احادیث وآثار کے قرینہ سے مختلف توجیہات لکھی ہیں۔

بعض اوقات لوگوں کی تعلیم کے لیے جہر کیا گیا تا کہ اُن کو معلوم ہو جائے کہ اس مقام پر آمین کہی جاتی ہے۔

درج ذیل احادیث سے اس توجیہ کی تائید ہوتی ہے۔

۲۹۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: آمِينَ، حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ۔[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف میں جو لوگ آپ کے قریب ہوتے وہ سنتے۔

---

[1] كتاب الآثار للإمام محمد: ص١٦. مسند عبد الرزاق: ج٢، ص ٨٧ بسند صحيح. نصب الراية: ج١، ص ٣٢٥. عمدة القاري شرح البخاري: ج٦، ص٥٢. مصنف ابن أبي شيبة: ج١، ص٤١١

[2] الجوهر النقي على البيهقي: ج٢، ص ٥٨

[3] أبو داود: ج١، ص ١٤٢. ابن ماجه

۲۹۱۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

فَقَالَ: اٰمِیْنَ، مَا أُرَاهُ إِلَّا لِيُعَلِّمَنَا.[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جہر سے) آمین فرمایا میرے خیال میں آپ ہمیں تعلیم دینا چاہتے تھے (اس لیے جہر کیا)۔

یہ حدیث مذکورہ توجیہ کی واضح دلیل ہے۔

حافظ ابن قیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد میں فرماتے ہیں: عہد نبوت میں مقتدیوں کی اطلاع کے لیے قابل اخفا اُمور کا بعض اوقات جہر کیا جاتا تھا۔

وَمِنْ هٰذَا أَيْضًا جَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِيْنِ.

اور انہی اُمور میں سے امام صاحب کا جہر سے آمین کہنا بھی ہے۔

جیسا کہ پہلے تسمیہ کے مسئلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ لوگوں کی اطلاع وتعلیم کے لیے قابل اخفا امور کا جہر واظہار بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً ظہر یا عصر کی نماز میں قراءت کا جہر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔[۲]

خلیفہ راشد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ جہر سے پڑھنا۔[۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ میں (بہ غرض دعا) فاتحہ جہر سے پڑھنا۔[۴]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا أَعُوْذُ بِاللّٰهِ جہر سے پڑھنا۔[۵]

تو آمین کا جہر بھی اسی باب میں داخل ہے۔[۶]

۱۔ كتاب الأسماء والكنى للحافظ أبي بشر الدولابي: ج۱، ص۱۹۷

۲۔ البخاري: ج۱، ص ۱۰۵، ۱۰۷. مسلم: ج۱، ص ۱۸۵

۳۔ مسلم: ج۱، ص ۱۷۲ ۴۔ النسائي: ج۱، ص ۲۸۱

۵۔ كتاب الأم للإمام الشافعي: ج۱، ص ۹۳

۶۔ فتح الملهم شرح الصحيح لمسلم: ج۲، ص ۵۲. معارف السنن شرح جامع الترمذي: ج۲، ص ۴۰۶

دوسری توجیہ یہ ہے کہ جہر کی احادیث بیانِ جواز پر محمول ہیں یا ابتدائی دور پر محمول ہیں۔ آخری دور کا عمل اور راجح عمل آمین کا اخفا ہے، جیسے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور جمہور صحابہ اور تابعین نے اختیار کیا ہے۔

رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو تکبیر کہتے جب قیام فرماتے پھر تکبیر کہتے جب رکوع فرماتے۔

[1] البخاري: ج۱، ص ۱۰۹. مسلم. المشكاة: ج۱، ص ۷۶

مسئلہ رفع الیدین

رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفعِ یدین نہیں ہے:

۲۹۳۔ ارشادِ ربانی ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ.[۱]

بلا ریب وہ اہل ایمان کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خَاشِعُوْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مُخْبِتُوْنَ مُتَوَاضِعُوْنَ لَا يَلْتَفِتُوْنَ يَمِيْنًا وَلَا شِمَالًا وَلَا يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ.[۲]

عاجزی وتواضع کرنے والے، نہ دائیں بائیں التفات کرتے ہیں اور نہ نماز میں اپنے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

۲۹۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ، أُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ.[۳]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں باہر تشریف لائے تو فرمایا: کیا بات ہے میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے ہاتھ اُٹھائے ہوئے ہو، گویا کہ وہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دم ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو (رفع یدین نہ کرو)۔

---

[۱] المؤمنون: ۲۰۱ [۲] تفسیر ابن عباس: ص۲۱۲

[۳] مسلم: ج۱، ص ۱۸۱ باب الأمر بالسکون في الصلاة. أبو داود، النسائي، مسند الإمام أحمد، الطحاوي

یہ صحیح مرفوع قولی حدیث اس بات پر نص ہے کہ نماز کے دوران رفع یدین ممنوع ہے۔اس کے مقابلے میں سکون واجب ولازم ہے۔ في الصلاة کا لفظ تکبیر تحریمہ سے سلام تک کو شامل ہے، تکبیر تحریمہ تو نماز کا آغاز ہے، پھر اس میں رفع یدین متواتر احادیث سے ثابت ہے، بالاجماع وہ اس ممانعت سے خارج اور مستثنیٰ ہے۔اس کے بعد رکوع وغیرہ ہر مقام کی رفع یدین کو یہ ممانعت شامل ہے۔

۲۹۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِيْ أَوَّلِ مَرَّةٍ.[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے تلامذہ کو نماز کی عملی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور صرف پہلی دفعہ (تکبیر تحریمہ میں) رفع یدین کی۔

یہ حدیث حسن ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.[2] علامہ ابن حزم ظاہری نے اس کو صحیح کہا ہے۔حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَهٰذَا الْحَدِيْثُ حَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حَزْمٍ.[3]

یہ حدیث امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن کہا اور علامہ ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۹۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

---

[1] الترمذي: ج۱، ص ۳۵. أبو داود: ج۱، ص ۱۱۶ باب من لم يذكر الرفع عند الركوع. النسائي: ج۱، ص ۱۶۱. المحلى لابن حزم الظاهري: ج٤، ص ۸۸. الدار قطني، البيهقي، مصنف ابن أبي شيبة، الموطأ للإمام محمد، مسند أحمد، الطحاوي

[2] الترمذي: ج۱، ص ۳۵

[3] التلخيص الحبير على شرح المهذب: ج۳، ص ۲۷٤ طبع مصر

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ...... وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ لَا يَرْفَعُهُمَا.[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں کندھوں کے برابر رفع یدین کرتے...... اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے۔

محدث ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، اپنی تصنیف صحیح ابوعوانہ میں صحیح مسلم پر تحقیقی کام کیا ہے، صحیح مسلم کی احادیث کی مزید سندیں جمع کی ہیں[2] اور امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ واستاذ ہیں۔[3]

الغرض دونوں بزرگ عظیم محدث اور ثقہ ہیں ان کی روایت کردہ مذکورہ بالا حدیث صحیح ہے، اور ترکِ رفع یدین پر صریح اور واضح دلیل ہے۔

مندرجہ ذیل احادیث اگرچہ متکلّم فیہ ہیں تاہم درجۂ استشہاد وتائید میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

۲۹۷۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلٰى قَرِيْبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ.[4]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آغازِ نماز کی تکبیر (تحریمہ) کہتے تو اپنے کانوں کے قریب تک رفع یدین فرماتے پھر نہیں لوٹتے تھے (رفع یدین نہیں کرتے تھے)۔

---

[1] صحيح أبي عوانة: ج۲، ص ۹۰. مسند الحميدي: ج۲، ص ۲۷۷

[2] بستان المحدثين: ۹۵، ۹۸

[3] بستان المحدثين: ۲۲۳

[4] أبو داود: ج۱، ص ۱۱۶. الطحاوي، الدار قطني، مصنف ابن أبي شيبة

۲۹۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رضي الله عنهما فَلَمْ يَرْفَعُوْا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ اسْتِفْتَاحِ الصَّلَاةِ.[۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما صرف نماز کے شروع (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین فرماتے تھے۔

۲۹۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا.[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تو اچھی طرح رفع یدین فرماتے۔

اس حدیث میں صرف تحریمہ والی رفع یدین کا ذکر ہے۔ رکوع کی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ اسی لیے امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے باب من لم يذكر الرفع عند الركوع میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

۳۰۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

تُرْفَعُ الْأَيْدِيْ فِيْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ: إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَإِذَا رَأَى الْبَيْتَ وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَفِيْ جَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ وَعِنْدَ الْجِمَارِ.

سات مقامات پر ہاتھ اُٹھائے جاتے ہیں (رفع یدین کیا جاتا ہے) (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے (۳) کوہِ صفا پر (۴) کوہِ مروہ پر (۵) مزدلفہ میں (۶) عرفات میں (۷) جمرات کے پاس۔

اگر نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں رفع یدین ہوتی تو ضرور اُسے بھی ذکر کیا جاتا۔ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بھی مروی ہے اور موقوف بھی۔

۱۔ الدار قطني، البيهقي، الكامل لابن عديّ

۲۔ أبو داود: ج۱، ص ۱۱۶. النسائي، الترمذي

مرفوع حدیث طبرانی، جزء رفع الیدین امام بخاری صفحہ ۲۰، مسند بزار، مستدرک حاکم، بیہقی میں ہے اور موقوف حدیث مصنّف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۲۳۷، مسند بزار میں ہے۔

ابن ابی شیبہ کی موقوف حدیث حسن ہے۔[1]

۳۰۱۔ نیز یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے۔ مرفوع حدیث جزء رفع الیدین امام بخاری، مسند بزار، مستدرک حاکم، بیہقی میں ہے اور موقوف حدیث مسند بزار میں ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نصب الرایۃ للزیلعي رحمہ اللہ جلد اول صفحہ ۳۹۰، ۳۹۱ اور الدرایۃ للحافظ ابن حجر رحمہ اللہ جلد اول صفحہ ۱۴۸۔

۳۰۲۔ حضرت عباد تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِيْ أَوَّلِ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا فِيْ شَيْءٍ حَتّٰى يَفْرُغَ.[2]

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو ابتدائے نماز میں رفع یدین فرماتے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

یہ حدیث مرسل جید ہے۔[3]

۳۰۳۔ حضرت اسود تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ عُمَرَ رضي الله عنه يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ أَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ.[4]

---

[1] معارف السنن: ج۲، ص ۴۹۵

[2] الخلافيات للبيهقي. نصب الراية: ج۱، ص ۴۰۴. نيل الفرقدين للعلامة محمد أنور شاه الكشميري رحمه الله: ص ۱۲۴. معارف السنن: ج۲، ص ۴۹۶

[3] معارف السنن: ج۲، ص ۴۹۶. نيل الفرقدين: ص ۱۲۴

[4] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۲۳۷. الطحاوي: ج۱، ص ۱۳۳

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نماز کی پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ.[1]

محدث المارديني رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث محدث ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.[2]

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.[3]

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.[4]

۳۰۴۔ إِنَّ عَلِيًّا كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ أَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدُ.[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ،[6] أَثَرٌ صَحِيْحٌ،[7] صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.[8]

---

[1] الدراية: ج۱، ص ۱۵۲ [2] الجوهر النقي على السنن للبيهقي: ج۲، ص ۷۵ طبع مصر

[3] عمدة القاري شرح الصحيح للبخاري: ج۵، ص ۲۷۳ طبع مصر

[4] الطحاوي: ج۱، ص ۱۳۳ [5] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۲۳۶. الدارقطني، الموطأ للإمام محمد، جزء رفع اليدين للإمام البخاري. الطحاوي: ج۱، ص ۱۳۲

[6] الدراية: ج۱، ص ۱۵۲ [7] نصب الراية: ج۱، ص ۴۰۶ [8] عمدة القاري: ج۵، ص ۲۷۴

حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۳۰۵۔ صَلَّيْتُ خَلْفَ اِبْنِ عُمَرَ رضي الله عنه فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُوْلٰى مِنَ الصَّلَاةِ.[۱]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔

سَنَدُهٗ صَحِيْحٌ.[۲]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ دس سال تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت و خدمت میں رہے ہیں۔[۳]

۳۰۶۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ تابعی فرماتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَّا فِي الْإِفْتِتَاحِ.[۴]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف نماز کے آغاز (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کرتے تھے۔

۳۰۷۔ حضرت ابو اسحاق تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ (ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه) وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ رضي الله عنه لَا يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِيْ إِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ.[۵]

---

[۱] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۲۳۷. البيهقي في "المعرفة". الطحاوي: ج۱، ص ۱۳۳

[۲] آثار السنن: ص ۱۳۸. معارف السنن: ج۲، ص ۴۹۵

[۳] فيض الباري شرح البخاري: ج۱، ص ۱۷۲

[۴] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۲۳۶. مرسل جيد، آثار السنن: ص۱۳۹. الطحاوي: ج۱، ص ۳۳

[۵] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۲۳۶

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے تلامذہ صرف نماز کے آغاز میں رفع یدین کرتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔[1]

ظاہر ہے کہ تلامذہ کا یہ عمل ان کے اساتذہ ومشائخ کی تعلیم کا اثر تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا ترکِ رفع یدین والی حدیث نقل کرکے فرماتے ہیں:

وَبِهٖ يَقُوْلُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِيْنَ.[2]

اہل علم صحابہ وتابعین میں سے بہت سے حضرات ترکِ رفع یدین کے قائل ہیں۔

فائدہ: بعض صحیح احادیث میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔

بعض محققین نے مذکورہ بالا صحیح احادیث وآثار کی روشنی میں اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ رفع یدین کا عمل ابتدائی دور کا واقعہ ہے جو بعد میں متروک ہوگیا۔ اگر عہد نبوت کے آخری دور میں رفع یدین کا عمل متروک نہ ہوتا، تو خلفائے راشدین (بالخصوص حضرت عمر، حضرت علی رضی اللہ عنہما) جو اپنے دور میں سب کے امام وپیشوا تھے وہ اُسے ہرگز ترک نہ کرتے، اور نہ ان کے ترک پر صحابہ کرام خاموش رہتے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ عہد نبوت میں وحی الٰہی سے دوسرے احکام کی طرح نماز کے احکام کی تکمیل تدریجاً ہوتی رہی ہے۔

نماز میں پہلے کلام وسلام جائز تھا، جو بالاجماع بعد میں منسوخ ہوا جیسا کہ درج ذیل صحیح مرفوع احادیث سے واضح ہے۔

---

[1] الجوهر النقي على البيهقي: ج۲، ص ۷۹

[2] الترمذي: ج۱، ص ۳۵

۳۰۸۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ حَتّٰى نَزَلَتْ: وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ. فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ.[1]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نماز میں کلام کرتے تھے حتی کہ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

۳۰۹۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے:

أُحِيْلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ وَأُحِيْلَتِ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ.[2]

نماز وروزہ میں تین مرتبہ تبدیلی ہوئی ہے۔

آگے حدیث میں ان تین تبدیلیوں کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں تکبیر تحریمہ اور رکوع کے علاوہ بھی نماز کے ہر انتقال اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا عمل کیا جاتا تھا جس کی تفصیل یہ ہے:

سجدہ میں رفع یدین:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے:

باب رفع اليدين للسجود.[3]

سجدہ میں رفع یدین کا باب۔

۳۱۰۔ اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث لائے ہیں:

إِنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَاتِهِ إِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ.[4]

---

[1] البخاري: ج۱، ص۱۶۰ باب ما ينهى من الكلام في الصلاة. مسلم: ج۱، ص۲۰۴ باب تحريم الكلام في الصلاة

[2] أبو داود: ج۱، ص ۸۲ باب كيف الأذان. مسند الإمام أحمد: ج۵، ص ۲۴۶

[3] ج۱، ص ۱۶۵ [4] النسائي: ج۱، ص ۱۶۵

حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے جب سجدہ کیا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تو رفع یدین کیا۔

امام نسائی پھر جلد اول صفحہ ۱۷۲ پر دوبارہ باب رفع الیدین عند الرفع من السجدة الأولى قائم کر کے حضرت مالک رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث لائے ہیں۔ نسائی کی یہ حدیث صحیح ہے۔[1]

سجدہ میں رفع یدین درج ذیل احادیث سے بھی ثابت ہے:

۳۱۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث۔[2]

۳۱۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث۔[3]

۳۱۳۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث۔[4]

۳۱۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث۔[5]

۳۱۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث۔[6]

دوسری رکعت کی طرف اُٹھتے وقت رفع یدین:

۳۱۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ.[7]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔

امام احمد اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[8]

---

[1] فتح الباري: ج٢، ص ١٨٥ [2] مسند أبي يعلى، سند صحيح

[3] الطبراني، سند صحيح [4] الدار قطني، سند صحيح

[5] النسائي [6] ابن ماجه

[7] أبو داود: ج١، ص ١١٦. الترمذي، النسائي، ابن ماجه، مسند الإمام أحمد

[8] أوجز المسالك شرح الموطأ للإمام مالك: ج١، ص ٢٠٤

۳۱۷، ۳۱۸۔ یہ رفع یدین حضرت ابن عباس حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما کی صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے جو نسائی اور طحاوی میں مروی ہیں۔[1]

تیسری رکعت کی طرف اُٹھتے وقت رفع یدین:

امام بخاری نے اس مسئلہ پر مستقل باب قائم کیا ہے:

باب رفع اليدين إذا قام من الرّكعتين.

دو رکعت کے بعد اُٹھتے وقت رفع یدین کا باب۔

پھر اس کے تحت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث لائے ہیں جو مرفوع بھی ہے اور موقوف بھی:

۳۱۹۔ إِنَّ ابْنَ عُمَرَ ﷛ كَانَ ...... وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ ﷛ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ..... جب دو رکعت سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے اور مرفوع بیان کیا ہے۔

۳۲۰، ۳۲۱۔ نیز یہ رفع یدین حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ کی مرفوع صحیح حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔[3]

نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین:

۳۲۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ مِنَ الصَّلَاةِ.[4]

رسول اللہ ﷺ نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین فرماتے تھے۔

---

[1] أوجز المسالك: ج۱، ص ۲۰۴ [2] البخاري: ج۱، ص ۱۰۲ طبع اصح المطابع۔ أبو داود

[3] أبو داود، باب افتتاح الصلاة [4] مسند الإمام أحمد

۳۲۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث جو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی نماز کے متعلق ہے، اس میں بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے۔[1]

حاصل کلام:

جس طرح ان مختلف مقامات میں رفع یدین صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود ائمہ اربعہ کے ہاں دوسری صحیح احادیث کے قرینہ سے ابتدائی دور پر محمول ہے اور متروک ومنسوخ ہے، اسی طرح رکوع والی رفع یدین بھی صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود حنفیہ و مالکیہ محققین علما اور محدثین وفقہا کے ہاں مذکورہ بالا صحیح احادیث و آثار کی وجہ سے متروک ہے۔

بالخصوص صحیح مسلم کی قولی مرفوع صحیح حدیث: **اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ** میں تو صراحت رفع یدین نہ کرنے کا حکم اور امر ہے۔

بقیہ ارکانِ نماز

رکوع کرنا:

۳۲۴۔ ارشادِ رحمانی ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا۔[۱]

اے ایمان والو! رکوع کرو۔

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ نماز کی حقیقت اور روح اللہ تعالیٰ شانہ کی عظمت و کبریائی کا اظہار واقرار اور اپنی بندگی و عاجزی کا اعتراف ہے۔

سر اونچا رکھنا تکبّر و برتری کی علامت ہے، اس کے برعکس سر جھکانا تواضع و خاکساری کی نشانی ہے۔ اس بندگی و تذلل کا سب سے بڑا مظہر رکوع وسجدہ ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے رکوع وسجود کو احسن طریقے سے ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

رکوع کی ہیئت وصورت:

۳۲۵۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ.[۲]

رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنے سر کو نہ اونچا رکھتے اور نہ اسے نیچے رکھتے لیکن اس کے درمیان رکھتے۔

یعنی رکوع میں سر پشت کے برابر رہے، نہ اس سے اونچا ہو، نہ نیچے۔

---

۱ الحج: ۷۷

۲ مسلم: ج۱، ص ۱۹۴. الترمذي، ابن ماجه. المشكاة: ص ۷۵

۳۲۶۔ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ.[1]

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا پس اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے گویا کہ ان کو پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تانت کی مانند بنایا پس دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے دور رکھا۔

۳۲۷۔ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تُجْزِئُ صَلَاةُ الرَّجُلِ حَتّٰى يُقِيْمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوْعِ.[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی نماز کافی نہیں ہوتی جب تک کہ رکوع میں اپنی پشت کو سیدھا برابر نہ رکھے۔

رکوع کی تسبیح:

۳۲۸۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ.[3]

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب آیت: فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح کرو) نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنے رکوع میں رکھو۔ یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہہ کر اس کی تعمیل کرو۔

۳۲۹۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] الترمذي: ج۱، ص ۳۵. أبو داود: ج۱، ص ۱۱۴ باب افتتاح الصلاة. المشكاة: ص ۷۶

[2] أبو داود: ج۱، ص ۱۳۱. الترمذي: ج۱، ص ۳۶. النسائي، ابن ماجه. المشكاة: ص ۸۲

[3] الترمذي. أبو داود: ج۱، ص ۱۳۳. ابن ماجه. المشكاة: ص ۸۲

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَقَالَ فِيْ رُكُوْعِهِ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَدْ تَمَّ رُكُوْعُهُ، وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی رکوع کرے اور رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہے تو اس کا رکوع مکمل ہو گیا اور یہ کمال کا ادنیٰ درجہ ہے۔

فائدہ: رکوع وسجود میں تین بار تسبیح کہنا کمال کا ادنیٰ درجہ ہے۔ پانچ بار کہنا اوسط درجہ ہے، سات بار کہنا اعلیٰ درجہ ہے۔[2]

رکوع اطمینان سے ادا کرنا:

۳۳۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا۔[3]

پھر اطمینان سے رکوع کیجیے۔

رکوع ناتمام کرنا بدترین چوری ہے:

۳۳۱۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِيْ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ، قَالَ: لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا۔[4]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز سے چوری کرتا ہے۔ صحابہ نے

---

[1] الترمذي: ج۱، ص ۳۵. أبو داود: ج۱، ص ۱۳۶. ابن ماجه. المشكاة: ص ۸۳

[2] المرقاة شرح المشكاة: ج۲، ص ۳۱۵

[3] البخاري: ج۱، ص ۱۰۵. مسلم: ج۱، ص ۱۷۰

[4] مسند الإمام أحمد. المشكاة: ص ۸۳

عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی نماز سے کیسے چوری کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو نماز کا رکوع و سجود پورا نہیں کرتا (وہ نماز کا چور ہے)۔

رکوع کے بعد تسمیع وتحمید کہنا:

۳۳۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه، قَالَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد.[۱]

نبی اکرم ﷺ جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہتے تو فرماتے: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد.

مقتدی صرف تحمید کہے:

امام اور منفرد تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر تسمیع وتحمید دونوں کہیں، لیکن مقتدی صرف تحمید کہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے:

۳۳۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه، فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد.[۲]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔

سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ رکھے:

۳۳۴۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[۱] البخاري: ج۱، ص ۱۰۹

[۲] البخاري: ج۱، ص ۱۰۹. مسلم: ج۱، ص۱۷۶. المشكاة: ص۸۲

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضي الله عنه قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ۔[1]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے (زمین پر) رکھتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

تیز اس مضمون کی مرفوع قوی حدیث

۳۳۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دارقطنی وبیہقی ومستدرک حاکم میں،

۳۳۶۔ اور موقوف صحیح حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مسند عبد الرزاق، ابن المنذر، طحاوی میں بھی مروی ہے۔[2]

فائدہ: بعض مرفوع احادیث میں سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھنے کا ذکر ہے۔ محقّقین کے ہاں مذکورہ بالا حدیث کے قرینہ سے یہ حالتِ عذر پر محمول ہے۔[3]

سجدہ کی فرضیت:

۳۳۷۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔[4]

اور سجدہ کیجیے اور (خدا کا) قرب حاصل کیجیے۔

---

[1] أبو داود: ج۱، ص ۱۲۹. الترمذي: ج۱، ص۳۶. النسائي. ابن ماجه. المشكاة: ص۸٤، وقال الترمذي: هذا حديث حسنٌ. وقال الحاكم: صحيحٌ على شرط مسلم. وصححه ابن حبان. المرقاة شرح المشكاة: ج۱، ص ۳۲٤، طبع ملتان، باب السجود و فضله. والسعاية: ج۲، ص ۱۹۳

[2] معارف السنن شرح الترمذي: ج۳، ص ۳۳

[3] معارف السنن شرح الترمذي: ج۳، ص۳۱

[4] العلق: ۱۹

سجدہ انتہائی قرب خداوندی کا ذریعہ ہے:

۳۳۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ.[۱]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کو اپنے رب کا انتہائی قرب سجدہ کی حالت میں حاصل ہوتا ہے۔

سجدہ کی ہیئت و آداب:

۳۳۹۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ...... فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ.[۲]

نبی اکرم ﷺ...... جب سجدہ کرتے تو اپنی ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کرتے۔

۳۴۰۔ حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.[۳]

نبی اکرم ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح کھول دیتے (پہلوؤں سے الگ رکھتے) یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔

۳۴۱۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا سَجَدْتَّ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ.[۴]

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تو سجدہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھ، اور اپنی کہنیاں اُٹھا۔

---

[۱] مسلم: ج۱، ص ۱۹۱. المشكاة: ص ۸٤

[۲] مسلم: ج۱، ص ۱۷۳. المشكاة: ص ۷۵

[۳] البخاري. مسلم: ج۱، ص ۱۹٤. المشكاة: ص ۸۳

[۴] مسلم: ج۱،ص ۱۹٤. المشكاة: ص ۸۳

سات اعضا پر سجدہ کرنا:

۳۴۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ: عَلَى الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میں اس بات کا مامور ہوں کہ سات اعضا پر سجدہ کروں: (۱) پیشانی اور (۲،۳) دونوں ہاتھ اور (۴، ۵) دونوں گھٹنے اور (۶، ۷) دونوں پاؤں کے اطراف پر، یعنی سجدہ اس طرح کیا جائے کہ یہ ساتھ اعضا زمین پر رکھے ہوں۔

سجدہ کی تسبیح:

۳۴۳۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ۔[2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى (اپنے بلند پروردگار کی تسبیح کیجیے) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اپنے سجدہ میں رکھو۔ یعنی سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى کہہ کر اس پر عمل کرو۔

۳۴۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَإِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِيْ سُجُوْدِهٖ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَدْ تَمَّ سُجُوْدُهٗ وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ۔[3]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے اور اپنے سجدہ میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأُعْلٰى کہے تو اس کا سجدہ مکمل ہوگیا یہ کمال کا ادنیٰ درجہ ہے۔

---

[1] البخاري: ج۱، ص ۱۱۲. مسلم: ج۱، ص ۱۹۳. المشكاة: ص ۸۳

[2] الترمذي. أبو داود: ج۱، ص ۱۳۳. ابن ماجه. المشكاة: ۸۳

[3] الترمذي: ج۱، ص ۳۵. أبو داود: ج۱، ص ۱۳۶. ابن ماجه. المشكاة: ۸۳

رکوع وسجود وقومہ وجلسہ اطمینان سے ادا کرنا:

۳۴۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا.[1]

پھر اطمینان سے رکوع کیجیے، پھر سر اٹھایے، یہاں تک کہ سیدھے برابر کھڑے ہوں، پھر اطمینان سے سجدہ کیجیے، پھر سر اٹھایے یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جائیں، پھر اپنی تمام نماز میں ایسا کیجیے۔

عورت کے سجدہ کی کیفیت:

عورت کھل کر سجدہ نہ کرے، بلکہ اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا کر سجدہ کرے۔

۳۴۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی نماز کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَإِذَا سَجَدَتْ أَلْصَقَتْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَأَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لَهَا.[2]

عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ایسے طور پر چپکا لے کہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہو۔

۳۴۷۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے:

إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا.[3]

کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنی دونوں رانوں کو ملا لیا کرے۔

---

[1] البخاري: ج١، ص ١٠٥. مسلم: ج١، ص ١٧٠. المشكاة: ص ٧٥

[2] كنز العمال: ج٤، ص ١١٤. البيهقي، الكامل لابن عديّ [3] كنز العمال

ان احادیث سے یہ اصول واضح ہوا کہ عورت کے لیے نماز کی وہ ہیئت مسنون ہے جو زیادہ سے زیادہ ستر اور پردہ پوشی کا موجب ہو۔ فقہائے اسلام نے اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر عورت اور مرد کی نماز کا باہمی فرق بیان کیا ہے۔

چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ہدایہ جلد اول صفحہ ۹۲ میں ہے:

وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ فِيْ سُجُوْدِهَا وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا؛ لِأَنَّ ذٰلِكَ أَسْتَرُ لَهَا.

اور عورت اپنے سجدہ میں سمٹ جائے اور اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملالے کیوں کہ یہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہے۔

دو سجدوں کے درمیان بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا:

۳۴۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نماز کے سلسلے میں فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے۔

۳۴۹۔ حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے:

وَيَثْنِيْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَقْعُدُ عَلَيْهَا.[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پاؤں موڑتے اور اس پر بیٹھتے تھے۔

دوسرے سجدہ سے اُٹھتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنے اُٹھانا:

۳۵۰۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.[3]

---

[1] مسلم: ج١، ص ١٩٤. المشكاة: ص ٧٥ [2] أبو داود: ج١، ص ١١٣ باب افتتاح الصلاة

[3] أبو داود: ج١، ص ١٢٩. الترمذي: ج١، ص ٣٦. النسائي، ابن ماجه. المشكاة: ص ٨٤

اور آنحضرت ﷺ جب سجدہ سے اُٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے اُٹھاتے۔

دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے، بیٹھے نہیں:

۳۵۱۔ حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ.[1]

پس آنحضرت ﷺ نے سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی، پس کھڑے ہوئے اور تورک نہیں کیا، یعنی دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھے نہیں۔

۳۵۲۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے:

فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَانْتَهَضَ قَائِمًا.[2]

پس سجدہ کیا پھر تکبیر کہی پس سیدھے کھڑے ہوئے۔

۳۵۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا.[3]

پھر اطمینان سے سجدہ کیجیے، پھر سر اٹھایئے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہوجایئے۔

۳۵۴۔ حضرت نعمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَدْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَالثَّالِثَةِ قَامَ كَمَا هُوَ وَلَمْ يَجْلِسْ.[4]

میں نے بہت سے صحابہ کرام کو پایا کہ جب وہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو اسی حالت میں کھڑے ہوجاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔

---

[1] أبو داود: ج۱، ص ۱۱٤

[2] مسند الإمام أحمد: ج٥، ص ۳٤۳، و إسناده حسن

[3] البخاري: ج۲، ص ۹۸٦ باب إذا حنث ناسيًا في الأيمان

[4] مصنف ابن أبي شيبة: ج۱، ص ۳۹٥ بإسناد حسن

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل احادیث میں یہی منقول ہے کہ وہ دوسرے سجدہ کے بعد سیدھے کھڑے ہوجاتے تھے اور جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

۳۵۵ تا ۳۶۱۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کی احادیث و آثار مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۴، نصب الرایہ جلد اول صفحہ ۳۸۹، فتح القدیر جلد اول صفحہ ۳۰۸ میں ملاحظہ ہوں۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے السعایہ جلد دوم صفحہ ۲۱۱ پر علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

إِنَّ الصَّحَابَةَ أَجْمَعُوْا عَلٰى تَرْكِ جَلْسَةِ الْاِسْتِرَاحَةِ.

یعنی صحابہ کرام جلسہ استراحت کے ترک پر متفق ہیں۔

فائدہ: بعض احادیث میں جلسہ استراحت کا ذکر آیا ہے، مذکورہ بالا احادیث وشواہد کے قرینہ سے وہ حالت عذر (بڑھاپے وغیرہ) پر محمول ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے المغنی جلد اول صفحہ ۵۲۸ میں اور محدث ماردینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے الجوہر النقی جلد دوم صفحہ ۱۲۵ میں اور دیگر اکثر محققین نے یہی توجیہ کی ہے۔ بعض علما نے اسے بیان جواز پر محمول کیا ہے۔[1]

دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی مانند ادا کی جائے:

۳۶۲۔ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ایک رکعت کی مفصّل کیفیت بیان کرنے کے بعد یہ الفاظ ہیں:

ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الْأُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ.[2]

پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرے۔

---

[1] المرقاۃ: ج۲، ص ۲۵۷　[2] أبو داود: ج۱، ص ۱۱۳ باب افتتاح الصلاۃ

دوسری رکعت میں ثنا اور تعوذ نہیں ہے:

۳۶۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اِسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِـ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَلَمْ يَسْكُتْ.[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے لیے اُٹھتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے قراءت شروع فرما دیتے تھے (اور ثنا وغیرہ کے لیے) خاموشی اختیار نہیں فرماتے تھے۔

دوسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا:

۳۶۴۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ.[2]

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت پڑھتے تھے۔

قعدہ کی ہیئت:

قعدہ کی ہیئت وصورت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے۔

۳۶۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

وَكَانَ يَقُوْلُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ، وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى.[3]

---

[1] مسلم: ج۱، ص ۲۱۹ باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة. المشكاة: ص ۷۸

[2] البخاري: ج۱، ص ۱۰۷. مسلم: ج۱، ص ۱۸۵. المشكاة: ص ۷۹

[3] مسلم: ج۱، ص ۱۹۴. المشكاة: ص ۷۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے۔

اس حدیث کا اطلاق وعموم دونوں قعدوں کو شامل ہے کہ مطلقاً ہر قعدہ میں دایاں پاؤں کھڑا رکھا جائے اور بایاں پاؤں بچھایا جائے۔

۳۶۶۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِيْ لِلتَّشَهُّدِ اِفْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى...... وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى.[1]

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے لیے بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھا دیا...... اور اپنا دایاں پاؤں کھڑا کیا۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[2]

۳۶۷۔ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَإِذَا رَفَعْتَ فَاقْعُدْ عَلٰى فَخِذِكَ الْيُسْرٰى.[3]

جب تو سجدہ سے سر اٹھائے تو اپنی بائیں ران پر بیٹھ۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں:

لَا مَطْعَنَ فِيْ إِسْنَادِهٖ.

اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

۳۶۸۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَتُثْنِيَ الْيُسْرٰى.[4]

---

[1] أبو داود، النسائي، ابن ماجه. الترمذي: ج۱، ص ۳۸　[2] الترمذي: ج۱، ص ۳۸

[3] أبو داود: ج۱، ص ۱۳۲. مسند الإمام أحمد: ج٤، ص ۳٤۰

[4] البخاري: ج۱، ص ۱۱٤، باب سنة الجلوس في التشهد

نماز کی سنت یہی ہے کہ تو اپنا دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بایاں پاؤں موڑ دے۔

یہ حدیث نسائی جلد اول صفحہ ۱۷۳ میں صحیح سند سے ان الفاظ سے مروی ہے:

مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنٰى وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى.

نماز کی سنت ہے دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بائیں پاؤں پر بیٹھنا۔

فائدہ: صحابی سنت کا لفظ بولے تو جمہور علما کے ہاں اس سے مرفوع حدیث مراد ہوتی ہے۔[1]

فائدہ: بعض احادیث[2] میں تورّک کا لفظ وارد ہے، تورّک کی دو صورتیں معروف و مشہور ہیں:

۱۔ دایاں پاؤں کھڑا رکھنا، بایاں پاؤں دائیں طرف نکالنا اور سرین پر بیٹھنا۔

۲۔ دایاں اور بایاں دونوں پاؤں دائیں طرف نکالنا اور سرین پر بیٹھنا۔

تو یہ تورّک حالت عذر (بیماری وغیرہ) پر محمول ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

۳۶۹۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ افتراش ہے۔ (أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَتُثْنِيَ الْيُسْرٰى) تو ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ تو تربّع و تورّک کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

إِنَّ رِجْلَايَ لَا تَحْمِلَانِي.[3]

میرے پاؤں مجھے نہیں اٹھا سکتے۔

یعنی میں معذور ہوں، پاؤں کے سہارے نہیں بیٹھ سکتا اس لیے تورک کرتا ہوں۔

موطأ امام مالک صفحہ ۷۱ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں:

---

[1] شرح نخبة الفكر: ص ٩٦

[2] معارف السنن: ج٣، ص ٩٥

[3] البخاري: ج١، ص ١١٤. الموطأ للإمام مالك: ص ٧٢

إِنَّمَا أَفْعَلُ هٰذَا مِنْ أَجْلِ أَنِّيْ أَشْتَكِيْ.

میں بیمار ہوں اس لیے تورک کرتا ہوں۔

نماز میں عورت کے بیٹھنے کی مسنون صورت:

عورت جب بھی نماز میں بیٹھے تو جمہور علما (حنفیہ، مالکیہ، حنبلیہ) کے ہاں وہ تورک کرے۔

۳۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّهُ سُئِلَ: كَيْفَ كَانَ النِّسَاءُ يُصَلِّيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟
قَالَ: كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ.[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتیں تربّع وتورّک کرتی تھیں۔

تربّع بھی تورّک کی ایک صورت ہے۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث صفحہ ۱۵۲ پر کنز العمال، بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے، جس کے الفاظ ہیں:

وَإِذَا سَجَدَتْ أَلْصَقَتْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَأَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لَهَا.

جس سے یہ اُصول مستنبط ہوتا ہے کہ عورت کے لیے نماز میں وہ ہیئت ونشست مسنون ہے جو زیادہ سے زیادہ ساتر اور پردہ پوش ہو۔

فقہائے اسلام نے یہاں پر بھی اس اُصول کو پیشِ نظر رکھ کر گفتگو کی ہے۔

فقہ حنفی کی معروف کتاب ہدایہ جلد اول صفحہ ۹۳ میں ہے:

وَإِنْ كَانَتْ اِمْرَأَةٌ جَلَسَتْ عَلٰى أَلْيَتِهَا الْيُسْرٰى وَأَخْرَجَتْ رِجْلَيْهَا مِنَ الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ؛ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا.

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة ومسند أبي حنيفة　[2] أوجز المسالك: ج۱، ص ۲۵۸

اگر عورت ہو تو اپنے بائیں سرین پر بیٹھ جائے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں طرف نکال لے کیوں کہ یہ اس کے لیے زیادہ پردہ کی چیز ہے۔

قعدہ میں دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے:

۳۷۱۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے:

وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى ...... وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى.[۱]

رسول اللہ ﷺ قعدہ میں اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر......اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے تھے۔

۳۷۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى.[۲]

رسول اللہ ﷺ اپنی دائیں ہتھیلی اپنی دائیں ران پر اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے تھے۔

اس مضمون کی مرفوع حدیث

۳۷۳۔ عاصم بن كليب عن أبيه عن جده سے بھی مروی ہے۔[۳]

فائدہ: بعض احادیث میں قعدہ میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا مذکور ہے تو وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

تشہد کے الفاظ:

۳۷۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جس اہتمام سے قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے، اسی اہتمام سے مجھے تشہد کی تعلیم دی اور فرمایا:

---

۱ مسلم: ج۱، ص ۲۱۶. المشكاة: ص ۸۵

۲ مسلم: ج۱، ص ۱۱۶ ۳ الترمذي: ج۲، ص ۱۹۸ كتاب الدعوات

وَإِذَا قَعَدَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ. أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.[1]

کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں قعدہ کرے تو کہے: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ إلخ.

فائدہ: بعض صحیح احادیث میں تشہد کے دوسرے الفاظ بھی مروی ہیں اور وہ بھی جائز ہیں، لیکن مذکورہ بالا الفاظ راجح ہیں کیوں کہ باتفاق محدثین تشہد کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ہے۔ اکثر صحابہ اور تابعین کا اسی حدیث پر عمل ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ باب ما جاء في التشهد جلد اول صفحہ ۳۸ پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث نقل کرکے لکھتے ہیں:

وَهُوَ أَصَحُّ حَدِيْثٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي التَّشَهُّدِ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ.

تشہد کے بارے میں یہ سب سے زیادہ صحیح مرفوع حدیث ہے، صحابہ وتابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم جلد اول صفحہ ۱۷۳ پر لکھتے ہیں:

وَقَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدُ رحمهما الله وَجُمْهُوْرُ الْفُقَهَاءِ وَأَهْلُ الْحَدِيْثِ: تَشَهُّدُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه أَفْضَلُ؛ لِأَنَّهُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ أَشَدُّ صِحَّةً.

امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اور جمہور فقہا ومحدثین کے ہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت والا تشہد افضل ہے اس لیے کہ یہ محدثین کے ہاں سب سے زیادہ صحیح ہے۔

---

[1] البخاري: ج١، ص ١١٥. مسلم: ج١، ١٧٣ باب التشهد في الصلاة

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے السعایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶ پر مذکورہ بالا تشہد کی ترجیح کی پندرہ وجہیں لکھی ہیں۔

قعدۂ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھا جائے:

۳۷۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ أَوَّلِ الصَّلَاةِ وَاٰخِرِهَا .... ثُمَّ إِنْ كَانَ فِيْ وَسْطِ الصَّلَاةِ نَهَضَ حِيْنَ يَفْرُغُ مِنْ تَشَهُّدِهٖ، وَإِنْ كَانَ فِيْ اٰخِرِهَا دَعَا بَعْدَ تَشَهُّدِهٖ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّدْعُوَ ثُمَّ يُسَلِّمُ۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم دی، نماز کے اول (وسط) میں اور اس کے آخر میں بھی ...... پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اگر نماز کے درمیان میں ہوتے تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور اگر اس کے آخر میں ہوتے تو تشہد کے بعد جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتے آپ دعا کرتے پھر سلام پھیرتے۔

قعدہ میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا:

تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا باتفاقِ ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم سنت ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اشارہ کی مختلف صورتیں احادیث سے ثابت ہیں اور سب جائز ہیں۔

علمائے احناف کے ہاں بہتر صورت یہ ہے کہ جب کلمہ شہادت پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کی چھوٹی اور ساتھ والی انگلی بند کرے، بیچ والی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے، شہادت کی انگلی کو کھلا رکھے لَا إِلٰـهَ پر شہادت کی انگلی اٹھائے اور إِلَّا اللّٰهُ پر رکھ دے۔ حلقہ کی یہ کیفیت قعدہ کے اختتام تک باقی رکھے۔

---

[1] مسند الإمام أحمد: ج۱، ص ۴۵۹

نمازی جب زبان سے توحیدِ باری تعالیٰ کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ تو اس کا دل توحید کے یقین سے لبریز ہونا چاہیے، اور شہادت کی انگلی سے بھی توحید کی طرف اشارہ کرنا چاہیے۔

۳۷۶۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے:

وَقَبَضَ ثِنْتَيْنِ وَحَلَّقَ وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ۔[1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کو بند کیا اور حلقہ بنایا اور سبابہ سے اشارہ کیا۔

مشکوٰۃ میں ثُمَّ رَفَعَ إِصْبَعَهُ کے الفاظ ہیں (پھر اپنی انگلی اٹھائی)۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ موطأ صفحہ ۱۰۸ میں إشارة بالمسبحة کے ثبوت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں:

وَبِصَنِيْعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَأْخُذُ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيْفَةَ رحمه الله

اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو لیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کا مسئلہ كتاب المسبحة میں بھی لکھا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اشارہ کا مسئلہ الأمالي میں ذکر کیا ہے۔[2]

فائدہ: ۳۷۷ تا ۳۸۸۔ إشارة بالمسبحة کے ثبوت میں بارہ مرفوع حدیثیں مروی ہیں:

۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مسلم جلد اول صفحہ ۲۱۶، نسائی جلد اول صفحہ ۱۷۳، ترمذی باب ما جاء في الإشارة جلد اول صفحہ ۳۹ میں ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث مسلم جلد اول صفحہ ۲۱۶، نسائی جلد اول صفحہ ۱۷۳ باب الإشارة بالإصبع في التشهد، ابوداود جلد اول صفحہ ۱۴۹، مشکوٰۃ صفحہ ۸۵ میں ہے۔

۳۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث ابوداود جلد اول صفحہ ۱۴۵، نسائی جلد اول

---

[1] أبو داود: ج۱، ص ۱۴۵ باب كيف الجلوس في التشهد. مسند الدارمي. المشكاة: ص ۸۵

[2] معارف السنن: ج۳، ص ۹۸

صفحہ ۱۷۳، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۸۵ میں ہے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ترمذی، نسائی میں ہے۔

۵۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث نسائی میں ہے۔

۶۔ حضرت نمیر رضی اللہ عنہ کی حدیث ابوداود، نسائی، ابن ماجہ میں ہے۔

۷۔ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی حدیث ترمذی میں ہے۔

۸۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث بیہقی میں ہے۔

۹۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث طبرانی کبیر میں ہے۔

۱۰۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث مسند عبد الرزاق، طبرانی کبیر میں ہے۔

۱۱۔ حضرت خفاف رضی اللہ عنہ کی حدیث مسند احمد و بیہقی میں ہے۔

۱۲۔ حضرت اُسامہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی حدیث طبرانی میں ہے۔

علامہ عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَالْأَخْبَارُ فِي الْإِشَارَةِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ تَكَادُ أَنْ تَكُوْنَ مُتَوَاتِرَةً.[1]

اور إشارة بالمسبحة کے ثبوت میں احادیث و آثار حدِ تواتر کے قریب ہیں۔

محقّق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر شرح ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۷۲ پر انکارِ اشارہ کی تردید میں لکھتے ہیں:

وهو خلاف الدراية والرواية.

اشارہ کی نفی اور انکار کرنا درایت و روایت کے خلاف ہے۔

فقہ حنفی کی درج ذیل معتبر کتابوں میں إشارة بالمسبحة کے ثبوت کا ذکر ہے۔

الفتاوىٰ التاتارخانية، النوازل لأبي الليث، الذخيرة، الغنية، الحلية،

[1] السعاية: ج۲، ص ۲۱۶

فتح القدير، البحر الرائق، النهر الفائق، الخانية، المجتبىٰ، الشامي، مواهب الرحمٰن، البرهان، المحيط، شروح مجمع البحرين، مراقي الفلاح، درر البحار، غرر الأفكار، البدائع، الملتقط، معراج الدراية، الظهيرية، النهاية، وغير ذلك.[۱]

تنبیہ: بعض متاخرین حنفیہ نے إشارة بالمسبحة کی نفی کی ہے اور یہ عذر کیا ہے کہ اشارہ کی کیفیت میں احادیث مضطرب ہیں، لیکن محققین احناف نے اسے ردّ کر دیا ہے۔ اور اس کے ثبوت میں مستقل رسالے لکھے ہیں۔ بہرحال صحیح مرفوع احادیث سے اشارہ ثابت ہے اور اس پر ائمہ اربعہ متفق ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ صاحبین بھی اس کے قائل ہیں۔ رہ گیا اشارہ کی کیفیت میں وارد روایات کا اختلاف واضطراب، تو اس کا حل یہ ہے کہ صحیح احادیث سے اشارہ کی ثابت کیفیتیں اور صورتیں سب جائز ہیں۔ اضطراب وہاں مضر اور عمل سے مانع ہوتا ہے جہاں تطبیق وترجیح وغیرہ ممکن نہ ہو، لیکن یہاں پر تطبیق ممکن ہے کہ تمام صورتیں جائز ہیں اور مختلف کیفیات مختلف اوقات پر محمول ہیں۔ علامہ قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۳۲۸ پر اشارہ کی مختلف کیفیات لکھ کر امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

اَلْأَخْبَارُ وَرَدَتْ بِهَا جَمِيعًا، وَكَأَنَّهُ عليه الصلاة والسلام كَانَ يَصْنَعُ مَرَّةً هٰكَذَا وَمَرَّةً هٰكَذَا.

یعنی اخبار واحادیث سے یہ سب صورتیں ثابت ہیں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس طرح عمل کرتے تھے اور کبھی اُس طرح عمل کرتے تھے۔

تو جس طرح رفع یدین کی کیفیت میں روایات واحادیث کا اختلاف واضطراب عمل سے مانع نہیں ہے اسی طرح یہ اختلاف بھی عمل سے مانع نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے بعض مکتوبات میں احادیث کے

---

[۱] السعاية: ج۲، ص ۲۱۸، ۲۱۹. معارف السنن: ج۳، ص ۱۰۰

اختلاف کی بنا پر اشارہ کی نفی فرمائی ہے، لیکن آپ کے بعض صاحبزادوں اور آپ کے بعض خُلفا نے اشارہ کے ثبوت میں مستقل رسالے تصنیف فرمائے ہیں اور پوری قوت سے اشارہ کو ثابت کیا ہے۔

اشارہ کے ثبوت میں مستقل رسالے تصنیف کرنے والے ائمۂ احناف میں شارحِ مشکوٰۃ علامہ قاری حنفی شامی رحمۃ اللہ علیہ، کنز العمال کے مصنّف شیخ علی متّقی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے دوسرے صاحبزادے شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شارحِ مشکوٰۃ، شیخ عبداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور محقّق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ شارحِ ہدایہ اشارہ کے قائل حضرات میں پیش پیش ہیں۔ اپنے دور کے عظیم محدث حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں لکھے گئے تقریباً تیس رسالے میری دریافت میں آچکے ہیں۔

نوٹ: اس اہم مسئلہ کی تفصیل و تحقیق کے لیے مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی السعایہ جلد دوم صفحہ ۲۱۵ و ۲۲۱ اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی معارف السنن شرح ترمذی جلد سوم صفحہ ۹۷ تا ۱۰۳ ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے ہتھیلی کھلی رکھے اشارہ کے وقت انگلیاں بند کرے:

۳۸۹۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے:

إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَقَبَضَ أَصَابِعَهُ كُلَّهَا، وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ۔[1]

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھتے تو اپنی دائیں ہتھیلی اپنی دائیں ران پر رکھتے اور اپنی تمام انگلیاں بند کرتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے۔

---

[1] أبو داود: ج۱، ص ۱۴۹. مسلم: ج۱، ص ۲۱۶

محقق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر شرح ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۷۲ میں فرماتے ہیں:
دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا ران پر رکھنا اور انگلیاں بند کرنا بہ یک وقت ناممکن ہے تو ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلے ہتھیلی کو کھلا رکھے، پھر اشارہ کے وقت انگلیاں بند کرلے۔

۳۹۰۔ عاصم بن کلیب عن أبیه عن جده کی مرفوع حدیث ہے:

وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَقَبَضَ أَصَابِعَهُ وَبَسَطَ السَّبَّابَةَ، وَهُوَ يَقُوْلُ: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ.[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھا اور اپنی انگلیاں بند کردیں اور شہادت کی انگلی کھول دی اور آپ یہ دعا پڑھ رہے تھے: اے دلوں کو پلٹنے والے! میرا دل اپنے دین پر ثابت اور مضبوط رکھ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ دعا تک انگلیوں کی بندش کی کیفیت کو برقرار رکھتے تھے۔[2]

اشارہ کے سوا انگلی کو کوئی اور حرکت نہ دے:

۳۹۱۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُشِيْرُ بِإِصْبَعِهِ إِذَا دَعَا، وَلَا يُحَرِّكُهَا.[3]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے (تشہد پڑھتے) اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اسے حرکت نہیں دیتے تھے۔

محدث نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رواه أبو داود بإسناد صحيح.[4]

ابوداود نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

---

[1] الترمذي: ج۲، ص ۱٦۸ كتاب الدعوات　[2] السعاية: ج۲، ص ۲۲۱

[3] أبو داود: ج۱، ص ۱٤۹ باب الإشارة في الصلاة. النسائي

[4] شرح المهذب: ج۳، ص ٤٥٤

۳۹۲۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے:

ثُمَّ رَفَعَ إِصْبَعَهُ فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا.[1]

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی اُٹھائی تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اُنگلی ہلا رہے تھے۔

دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ تحریک سے اشارہ کی حرکت مراد ہے، کوئی دوسری حرکت مراد نہیں تو حرکت والی حدیث حرکتِ اشارہ پر محمول ہے اور نفی حرکت والی حدیث دوسری حرکت کی نفی پر محمول ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی توجیہ کی ہے۔[2]

آخری قعدہ میں درود شریف:

۳۹۳۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.[3]

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

۳۹۴۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو درود شریف کے ان الفاظ کی تعلیم دی:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.[4]

---

[1] النسائي: ج١، ص١٨٧. الدارمي. المشكاة: ص ٨٥

[2] بذل المجهود: ج٢، ص ١٢٧　[3] الأحزاب: ٥٦

[4] البخاري: ج١، ص ٤٧٧ كتاب الأنبياء، و ج٢، ص٩٤٠ باب الصلاة على النبي ﷺ المشكاة: ص ٥٢

اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جیسا کہ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی، بے شک آپ تعریف کے مستحق اور بزرگ ہیں۔ اے اللہ! حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک آپ حمد کے لائق اور بزرگ ہیں۔

یہ حدیث الفاظ کے معمولی اختلاف سے مسلم جلد اول صفحہ ۱۷۵، ابو داود، نسائی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

۳۹۵۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں سوال کیا:

كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا عَلَيْكَ فِي صَلَاتِنَا......

فَقَالَ: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَقُولُوا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ.[1]

جب ہم نماز میں آپ پر درود شریف پڑھنا چاہیں تو درود شریف کیسے پڑھیں؟...... آپ نے فرمایا: جب تم مجھ پر درود پڑھنے لگو تو یوں کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ إلخ.

۳۹۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

يَتَشَهَّدُ الرَّجُلُ ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَدْعُو لِنَفْسِهِ.[2]

آدمی التحیات پڑھے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے، پھر اپنے لیے دعا کرے۔

فائدہ: احادیث میں درود شریف کے مختلف الفاظ منقول ہیں مذکورہ بالا الفاظ بخاری و مسلم کی روایات سے ثابت ہونے کی وجہ سے افضل ہیں۔[3]

---

[1] صحيح ابن خزيمة. صحيح ابن حبان. نصب الراية: ج۱، ص ۴۲۶

[2] فتح الباري شرح البخاري: ج۲، ص ۲۶۶. المستدرك للحاكم ومصنف ابن أبي شيبة، إسناد صحيح

[3] زجاجة المصابيح: ج۱، ص ۲۷۶

نماز میں درود شریف کے بعد دعا:

۳۹۷۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً أَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ، قَالَ: قُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسی دعا تعلیم فرمایے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں کہو: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ..... إلخ کہ اے اللہ! میں نے اپنی ذات پر بہت ظلم کیا، صرف تو ہی گناہوں کو بخش سکتا ہے تو اپنی طرف سے اور محض اپنے فضل وکرم سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ بیشک تو ہی بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

فائدہ: احادیث میں متعدد دعائیں منقول ہیں، سب درست ہیں۔

نماز کے آخر میں دائیں بائیں منہ پھیر کر سلام کہنا:

۳۹۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: كُنْتُ أَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ حَتّٰى أَرٰى بَيَاضَ خَدِّهٖ۔[2]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتا تھا کہ آپ اپنے دائیں اور بائیں سلام پھیرتے، یہاں تک کہ میں آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی دیکھتا۔

۳۹۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

---

[1] البخاري: ج۱، ص ۱۱۵. مسلم: ج۲، ص ۳۴۷. المشكاة: ص ۸۷، وسنن اربعہ

[2] مسلم: ج۱، ص ۲۱۶. المشكاة: ۸۷

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْأَيْمَنِ، وَعَنْ يَسَارِهٖ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْأَيْسَرِ.[1]

رسول اللہ ﷺ اپنی دائیں طرف سلام پھیرتے اور فرماتے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ یہاں تک کہ آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی اور اپنی بائیں طرف سلام پھیرتے اور فرماتے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ یہاں تک کہ آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی۔

یہ حدیث معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: حسن صحيح.

یہ حدیث ابن ماجہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری شرح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۲۴ میں بیس صحابہ کرام کے نام لکھے ہیں جن سے نماز کے آخر میں دو سلاموں کی احادیث مروی ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

فَهٰؤُلَاءِ عِشْرُوْنَ صَحَابِيًّا رَوَوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: أَنَّ الْمُصَلِّيَ يُسَلِّمُ فِيْ اٰخِرِ صَلَاتِهٖ تَسْلِيْمَتَيْنِ.

پس یہ بیس صحابہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نمازی اپنی نماز کے آخر میں دو سلام کہے (اور دونوں طرف سلام بھی پھیرے)۔

فائدہ: بعض مرفوع احادیث میں نماز کے آخر میں صرف ایک سلام کا ذکر آیا ہے۔ مذکورہ بالا متواتر المعنی احادیث کے قرینہ سے اس کی توجیہ یہ ہے کہ ایک سلام قدرے بلند آواز سے کہا جاتا اور دوسرا معمولی آواز سے۔ تو دو سلام والی احادیث میں اصل واقعہ اور مسئلہ کا

[1] أبو داود: ج۱، ص ۱۵۰ باب في السلام. النسائي. المشكاة: ص۸۸

ذکر ہے اور ایک طرف سلام والی احادیث میں اختلافِ کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔[۱]

نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا:

۴۰۰۔ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ.[۲]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو اپنے رخِ انور کے ساتھ ہم پر متوجہ ہوتے۔

یہ حدیث مسلم، ترمذی، نسائی میں بھی ہے۔[۳]

۱۔ معارف السنن: ج۳، ص ۱۱۱

۲۔ البخاري: ج۱، ص۱۱۷ باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم. المشكاة: ص ۸۷

۳۔ المرقاة شرح المشكاة: ج۲، ص ۳۵۲

نماز کے بعد دعا کا ثبوت واستحباب

نماز کے بعد دعا:

۴۰۱۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ. قَالَ: جَوْفَ اللَّيْلِ الْأٰخِرِ وَبَعْدَ الصَّلَوٰاتِ الْمَكْتُوبَاتِ.[1]

عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کون سی دعا زیادہ مقبول ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: رات کے آخری حصّہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

۴۰۲۔ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ اَلْفَجْرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ اِنْحَرَفَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَدَعَا.[2]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صبح کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو قبلہ سے منہ پھیرا اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی۔

اسود عامری ابوداود کے راویوں میں سے ہے محدث ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ثقہ اور لائق اعتماد راویوں میں شمار کیا ہے۔[3]

نماز کے بعد دعا کی متعدد قوی حدیثیں مروی ہیں:

مثلاً حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث۔ ابو داود جلد اول صفحہ ۲۲۰، نسائی وصححہ ابن حبان والحاکم۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث۔ نسائی جلد اول صفحہ ۱۹۸ و ۳۱۴، ترمذی، مسند امام احمد وصححہ الحاکم۔

---

[1] الترمذي: ج۲، ص۱۸۸، وقال: حسن. المشكاة: ص۱۰۹ باب التحريض على قيام الليل

[2] مصنف ابن أبي شيبة [3] معارف السنن: ج۳، ص ۱۲۳

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث۔ابوداود جلد اول صفحہ ۲۱۸

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی حدیث۔نسائی و صححه ابن حبان.[۱]

ہاتھ اُٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے:

۴۰۳۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُونِ أَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا فَإِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوا بِهَا وُجُوهَكُمْ.[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی ہتھیلیوں کو سامنے کر کے دعا کرو، ہاتھ اُلٹے کر کے دعا نہ کرو، اور جب دعا کر چکو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر پھیر لیا کرو۔

۴۰۴۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيمٌ، يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا.[۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہارا رب بہت باحیا ہے جب بندہ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہے اللہ تعالی اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔

۴۰۵۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ.[۴]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں اپنے ہاتھ اُٹھاتے تو ان کو اپنے چہرے پر پھیرنے سے پہلے نیچے نہ رکھتے۔

---

[۱] كذافي فتح الباري: ج١١، ص١١٣

[۲] أبو داود: ج١، ص٢١٦، الترمذي، ابن ماجه. المشكاة: ص٩٨

[۳] أبو داود: ج١، ص٢١٦. الترمذي: ج٢، ص١٩٥. المشكاة: ص١٩٥

[۴] الترمذي: ج٢، ص ١٧٣. المشكاة: ١٩٥

۴۰۶۔امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ صَدْرِهِ فِي الدُّعَاءِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ.[۱]

رسول اللہ ﷺ دعا میں اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے تک اٹھاتے تھے پھر دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔

فائدہ: نماز کے بعد دعا کرنا بالاتفاق مستحب ہے، محدث نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ شرح المہذب جلد سوم صفحہ ۴۸۸ پر لکھتے ہیں:

قَدْ ذَكَرْنَا اِسْتِحْبَابَ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ وَالْمُنْفَرِدِ. وَهُوَ مُسْتَحَبٌّ عَقْبَ كُلِّ الصَّلَوَاتِ بِلَا خِلَافٍ.

ہم نے امام اور مقتدی اور منفرد کے لیے دعا و ذکر کا استحباب ذکر کیا ہے اور وہ بالاتفاق تمام نمازوں کے بعد مستحب ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کے بعد دعا کے ثبوت کے لیے صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۹۳۷ میں مستقل باب قائم کیا ہے:

بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلَاةِ (نماز کے بعد دعا کا باب) اس کی شرح میں حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عنوان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ان لوگوں پر ردّ کرنا ہے جو نماز کے بعد دعا کی مشروعیت کے قائل نہیں۔

وَفِي هٰذِهِ التَّرْجَمَةِ رَدٌّ عَلٰى مَنْ زَعَمَ أَنَّ الدُّعَاءَ بَعْدَ الصَّلَاةِ لَا يُشْرَعُ.

چند ابواب کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا عنوان قائم کیا ہے:

بَابُ رَفْعِ الْأَيْدِيْ فِي الدُّعَاءِ (دعا میں ہاتھ اٹھانا) اور اس میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے ثبوت میں احادیث ذکر کی ہیں۔

---

[۱] مسند عبد الرزاق: ج۲، ص ۲۴۷

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا دونوں ابواب کے تحت ''دعا بعدِ نماز'' کا مسئلہ احادیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور جمہور کے مسلک کی بھرپور تائید کی ہے۔ نماز کے بعد دعا کے ثبوت میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔

حافظ ابن القیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد میں جمہور سے اختلاف کرتے ہوئے نماز کے بعد متّصل دعا کا انکار کیا ہے۔ علامہ موصوف کے ہاں سلام کے بعد اوراد و اذکارِ مسنونہ ادا کیے جائیں ان کے بعد دعا کرنی درست ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ شارحِ بخاری نے احادیث کی روشنی میں حافظ ابن القیم کے موقف کی تردید کی ہے۔[1]

غیر مقلّدین کے رہنما علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری بھی اس مسئلہ میں جمہور کے ہمنوا ہیں اور دعا بعدِ نماز کے قائل ہیں۔[2]

بعض محقّقین فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا کے ثبوت میں قولی احادیث تو کثرت سے ہیں، لیکن اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوامِ عمل ثابت نہیں۔[3]

دعا کا طریقہ:

پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا پھر درود شریف، اس کے بعد دعا ہو۔

۷۴۰۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کا طریقہ ارشاد فرمایا:

فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ.[4]

اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق حمد کرو اور مجھ پر درود پڑھو۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔[5]

---

[1] فتح الباري: ج۱۱، ص ۱۱۳ و ۱۱۹، ۱۲۱

[2] تحفة الأحوذي شرح الترمذي: ج۱، ص ۲۴۵، ۲۴۶

[3] معارف السنن شرح الترمذي: ج۳، ص ۱۲۴

[4] الترمذي: ج۲، ص ۱۸۶. المشكاة: ص۸۶ [5] الترمذي: ج۲، ص۱۸۶

اس مضمون کی حدیث ابوداود، نسائی وغیرہ میں بھی ہے۔[۱]

دعا کے خاتمہ پر آمین:

۴۰۸۔ ایک مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی الحاح ولجاجت سے دعا کر رہے تھے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے دعا کو آمین کے ساتھ ختم کیا تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔[۲]

۴۰۹۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهَا شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ.[۳]

بے شک دعا آسمان وزمین کے درمیان موقوف و معلّق رہتی ہے، اس کا کچھ حصّہ بھی اوپر نہیں جاتا (بارگاہِ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتا) یہاں تک کہ تو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجے۔

محقّقین محدثین فرماتے ہیں: یہ حدیث مرفوع حکمی ہے۔[۴]

بعض علما فرماتے ہیں: دعا کے اول و آخر دونوں طرف درود شریف پڑھا جائے، اس میں دعا کی مقبولیت کی زیادہ توقع ہے۔

---

[۱] المرقاة شرح المشكاة: ج۲، ص ۳۴۵ [۲] أبو داود: ج ۱، ص ۱۴۲

[۳] الترمذي: ج۱، ص ٦٤. المشكاة: ص ۸۷ [۴] المرقاة: ج۲، ص ۳۴۸

نماز باجماعت

مسجد میں نماز باجماعت کا اہتمام:

۴۱۰۔ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ.[1]

اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

رکوع سے مراد نماز ہے یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔[2]

۴۱۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيمَ ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ آخُذَ شُعَلًا مِنْ نَّارٍ فَأُحَرِّقَ عَلٰى مَنْ لَا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ.[3]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ میں مؤذن کو حکم دوں کہ وہ اقامت کہے، پھر میں کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے اور میں آگ کے شعلے لے کر اس شخص کو جلادوں جو (اذان کے) بعد بھی نماز کی طرف نہیں نکلتا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی شدید دھمکی وجوبِ جماعت کی واضح دلیل ہے۔ باقی آپ نے تارکینِ جماعت کو یہ سزا کیوں نہیں دی اور ارادہ کو عملی جامہ کیوں نہیں پہنایا؟ اس کا جواب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں ہے، وہ یہ ہے:

۴۱۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

---

[1] البقرة: ۴۳ [2] التفسير روح المعاني: ج۱، ص ۲۴۷

[3] البخاري: ج۱، ص ۹۰. مسلم: ج۱، ص ۲۳۲

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَوْلَا مَا فِي الْبُيُوْتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالذُّرِّيَّةِ أَقَمْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ وَأَمَرْتُ فِتْيَانِي يُحَرِّقُوْنَ مَا فِي الْبُيُوْتِ بِالنَّارِ.[1]

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نمازِ عشا قائم کرتا اور اپنے نوجوانوں کو حکم دیتا کہ وہ آگ سے ان گھروں کو جلا کر رکھ دیں (جن کے باشندے جماعت سے نماز نہیں پڑھتے)۔

۴۱۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ فوقیت رکھتی ہے۔

امامت کا معیار:

نماز باجماعت کی امامت ایک اہم دینی منصب ہے، رسول اکرم ﷺ اور آپ کے وصال کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہمیشہ امامتِ نماز کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ یہ بلند منصب دراصل آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی نیابت و خلافت ہے۔

۴۱۴۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنًّا.[3]

۱۔ مسند الإمام أحمد: ج۲، ص ۳۶۷. المشكاة: ص ۹۷

۲۔ البخاري: ج۱، ص ۸۹. مسلم: ج۱، ص ۲۳۱. المشكاة: ص ۹۵

۳۔ مسلم: ج۱، ص ۲۳۶. المشكاة: ص ۱۰۰ باب الإمامة

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص قوم کا امام بنے جو سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والا ہو اور اگر قراءت قرآن میں سب برابر ہوں تو پھر سنت کا زیادہ علم رکھنے والا ہو اور اگر علمِ سنت میں سب برابر ہوں تو پھر ہجرت میں سب سے مقدم، اور اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو زیادہ عمر والا امامت کرے۔

وفي مسلم: فَأَقْدَمُهُمْ إِسْلَامًا.

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو سب سے زیادہ قدیم الاسلام امامت کرے۔

حاصل یہ ہے کہ کتاب وسنت کے علم، عمل، تقویٰ، محاسنِ اخلاق اور دینی خدمات میں جو سب سے ممتاز ہو وہی اس اہم منصب کے لیے لائقِ ترجیح ہوگا۔

صفوں کو برابر رکھنے کی اہمیّت:

۴۱۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ. [1]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنی صفوں کو برابر کیا کرو، کیوں کہ صفوں کو برابر رکھنا اقامت صلوٰۃ کا جزو ہے۔

صحیح مسلم میں مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ کا لفظ ہے کہ صفوں کو برابر رکھنا کمالِ نماز ہے۔

صفِ اول کی فضیلت:

۴۱۶۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَعَلَى الثَّانِي. قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ

---

[1] البخاري: ج۱، ص۱۰۰. مسلم: ج۱، ص۱۸۲. المشكاة: ص۹۸

وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَعَلَى الثَّانِيْ. قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ. قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَعَلَى الثَّانِيْ. قَالَ: وَعَلَى الثَّانِيْ.[1]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں اور اسکے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں پہلی صف کیلئے۔ صحابہ نے عرض کیا: اور دوسری صف کیلئے بھی۔ آپ نے فرمایا: بلا ریب اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں اور اسکے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں صف اول کیلئے۔ صحابہ نے عرض کیا: اور دوسری صف کیلئے۔ آپ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں اور اسکے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں پہلی صف کیلئے۔ صحابہ نے عرض کیا: اور دوسری صف کیلئے بھی، آپ نے فرمایا: اور دوسری صف کیلئے بھی۔

تو آپ نے تین دفعہ صف اول کی فضیلت ارشاد فرمائی، چوتھی مرتبہ دوسری صف کا درجہ ارشاد فرمایا:

۴۱۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ أَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا.[2]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر لوگ اس اجر وثواب کو جان لیں جو اذان دینے اور صف اول میں نماز پڑھنے میں ہے پھر بجز قرعہ اندازی کے اور کوئی صورت اسے حاصل کرنے کی نہ پائیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں۔

تکبیرِ اولیٰ پانے کی فضیلت:

۴۱۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ صَلَّى لِلّٰهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ

---

[1] مسند الإمام أحمد: ج٥، ص ٢٦٢. المشكاة: ص ٩٨

[2] الترمذي: ج١، ص ٣١ ما جاء في فضل الصف الأوّل

التَّكْبِيرَةَ الْأُوْلَى، كُتِبَ لَهُ بَرَاءَتَانِ: بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چالیس دن تک جماعت سے اس طرح نماز پڑھتا رہے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو، تو اس کے لیے دو براءتیں لکھ دی جاتی ہیں: ایک دوزخ کی آگ سے، دوسری نفاق سے۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی عملِ خیر کی چالیس دن تک پابندی خاص تاثیر رکھتی ہے۔

عورت کی نماز گھر میں افضل ہے:

۲۱۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا.[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کے کوٹھے والی نماز اس کی صحن والی نماز سے بہتر ہے اور اس کی اندر کی کوٹھری والی نماز اس کے کھوٹے والی نماز سے بہتر ہے۔

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ عورت کی نماز زیادہ سے زیادہ پردہ میں اور گھر کی چاردیواری میں افضل ہے۔

---

[1] الترمذي: ج۱، ص ۳۳ باب في فضل التكبيرة الأولىٰ

[2] أبو داود: ج۱، ص ۹۱ باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد. المشكاة: ص ۹۶

نمازِ وتر

نماز وتر واجب ہے:

۴۲۰۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا۔[1]

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: نمازِ وتر حق ہے جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے (یہ ارشاد آپ نے تین مرتبہ فرمایا)۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[2]

تشدید و وعید کا یہ عنوان وجوبِ وتر پر دال ہے۔

۴۲۱۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نمازِ وتر ہر مسلمان پر حق ہے۔

۴۲۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

أَوْتِرُوْا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوْا۔[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح سے پہلے وتر ادا کرو۔

---

[1] أبو داود: ج۱، ص ۲۰۸. المشكاة: ص ۱۱۳

[2] فتح القدير: ج۱، ص ۳۷۱. نصب الراية: ج۲، ص ۱۱۲

[3] أبو داود: ج۱، ص ۲۰۸. النسائي، ابن ماجه. المشكاة: ص ۱۱۲

[4] مسلم: ج۱، ص ۲۵۸. سنن اربعہ. المشكاة: ص ۱۱۱

۴۲۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَوْتِرُوْا يَا أَهْلَ الْقُرْاٰنِ.[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قرآن کو ماننے والو! وتر ادا کرو۔

ان حدیثوں میں امر کا صیغہ ہے اور مطلق امر وجوب کے لیے آتا ہے۔

وتر کی قضا لازم ہے:

۴۲۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهٖ أَوْ نَسِيَهٗ فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ.[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص نماز وتر سے سو جائے یا اسے بھول جائے تو جب یاد آئے یا بیدار ہو، ضرور پڑھے۔

فائدہ: اس حدیث سے واضح ہوا کہ نمازِ وتر کی قضا واجب اور ضروری ہے اور وجوبِ قضا وجوبِ ادا کی فرع ہے۔[۳]

نماز وتر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں:

۴۲۵۔ حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ، يَقْرَأُ فِي الْأُوْلٰى بِـ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى، وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِـ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِـ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. وَلَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ.[۴]

---

[۱] الترمذي: ج۱، ص ٦٠. المشكاة: ص١١٢. أبو داود: ج۱، ص ٢٠٧. النسائي: ص ٢٤٦

[۲] الترمذي: ج۱، ص ٦١. أبو داود: ج۱، ص ٢١٠. ابن ماجه

[۳] أوجز المسالك شرح الموطّأ للإمام مالك: ج۱، ص ٤٣٢

[۴] النسائي: ج۱، ص ٢٤٨، سند حسن

رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى اور دوسری رکعت میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے اور صرف آخری رکعت میں سلام پھیرتے تھے۔

۴۲۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا.[1]

رسول اللہ ﷺ نمازِ تہجد میں چار رکعت پڑھتے ان کے حسن وطول کا کیا کہنا، پھر چار رکعت پڑھتے ان کے حسن وطول کے بارے میں کچھ نہ پوچھیے، پھر تین رکعت پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث کا متبادر مفہوم یہ ہے کہ یہ تین رکعت نماز وتر کی تھیں اور ایک سلام سے تھیں۔

چنانچہ امام نسائی نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

باب كيف الوتر بثلاث.[2]

۴۲۷۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ مرفوع حدیث لائے ہیں:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ.

رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ محدث نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا بخاری ومسلم والی حدیث میں نمازِ وتر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ مراد ہے۔

۴۲۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری مرفوع حدیث ہے:

ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ.[3]

---

[1] البخاري: ج١، ص ١٥٤ باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان. مسلم: ج١، ص ٢٥٤ باب صلاة الليل

[2] النسائي: ج١، ص ٢٤٨ [3] مسند الإمام أحمد: ج٦، ص ١٥٦

پھر آنحضرت ﷺ نے تین رکعت وتر پڑھے ان میں سلام سے فصل نہیں کیا (یعنی دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرا)۔

۴۲۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ.[1]

رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے، صرف ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

۴۳۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ.[2]

پھر آنحضرت ﷺ نے تین رکعت وتر پڑھے۔

۴۳۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ: يَقْرَأُ فِي الْأُوْلٰى بِـ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِـ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِـ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ.[3]

رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور دوسری رکعت میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔

۴۳۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْوِتْرَ، فَقَرَأَ فِي الْأُوْلٰى بِـ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى، وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ.[4]

---

[1] المستدرك للحاكم، وقال: صحيحٌ على شرط الشيخين

[2] مسلم: ج۱، ص ۲۶۱ [3] النسائي: ج۱، ص ۲۴۹

[4] النسائي: ج۱، ص ۲۵۱. مسند الإمام أحمد. الطحاوي: ج۱، ص ۱۷۲ سند صحيح

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وتر کی نماز پڑھی تو آپ نے وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى اور دوسری رکعت میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی۔

۴۳۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

۴۳۴۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ.[2]

کہ جب سے ہم بالغ ہوئے اور ہوش سنبھالا ہم لوگوں کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ تین رکعت وتر پڑھتے ہیں۔

اس صحیح حدیث سے واضح ہوا کہ قاسم بن محمد تابعی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے صحابہ وتابعین، تمام اہلِ اسلام نمازِ وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔

۴۳۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى أَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ.[3]

اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ نماز وتر تین رکعت ہے ان کی صرف آخری رکعت میں سلام ہے۔

فائدہ: وتر کا لغوی معنی ہے "طاق"، نماز تہجّد اصطلاحی وتر شامل کرنے سے طاق بن جاتی ہے، اس لیے بعض احادیث میں صلوٰۃ اللّیل اور نمازِ تہجّد پر بھی وتر کا لفظ بولا گیا ہے۔

---

[1] الترمذي: ج۱، ص ٦١ باب ما جاء في الوتر بثلاث. مسند أحمد: ج۱، ص ۸۹

[2] البخاري: ج۱، ص ۱۳۵

[3] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۲۹٤. نصب الراية: ج۱، ص ۱۲۲

۴۳۶۔ حضرت عبداللہ بن ابی قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ رضي الله عنها: بِكَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ؟ قَالَتْ: بِأَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ، وَسِتٍّ وَثَلَاثٍ، وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ، وَعَشْرَةٍ وَثَلَاثٍ۔[1]

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعت وتر پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: چار اور تین رکعت، چھ اور تین رکعت، آٹھ اور تین رکعت، دس اور تین رکعت۔

فائدہ: اس حدیث سے واضح ہوا کہ اصطلاحی وتر تو ہمیشہ تین رکعت رہے اس کے ساتھ نمازِ تہجّد کی رکعتیں کم وبیش پڑھی جاتی تھی، چار، چھ، آٹھ، دس اور یہ بھی واضح ہوا کہ وتر کا اطلاق مطلق نمازِ تہجّد پر بھی کیا جاتا تھا۔

فائدہ: ایک رکعت ملانے سے ہی نماز کا دوگانہ وتر بنتا ہے۔ اس لیے بعض روایات میں ایک رکعت پر بھی وتر کا اطلاق ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت جس دوگانہ سے ملے گی، اسے وتر (طاق) بنادے گی۔

۴۳۷۔ چنانچہ بخاری جلد اول صفحہ ۱۳۵ أبواب الوتر اور مسلم جلد اول صفحہ ۲۵۷ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز (تہجّد) دوگانہ دوگانہ ہے پس تم میں سے کوئی ایک طلوعِ صبح کا اندیشہ کرے تو ایک رکعت پڑھے وہ ایک رکعت اس کے لیے اس پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنادے گی۔

الحاصل صلوٰۃ اللّیل یا ایک رکعت پر وتر کا اطلاق لغوی معنی کے لحاظ سے ہے یا مجازاً ہے، اصلاحی نمازِ وتر "تین رکعت ایک سلام" سے ہے، جیسا کہ متعدد صحیح احادیثِ مرفوعہ

---

[1] أبو داود: ج۱، ص ۲۰۰. المشكاة: ص۱۱۲

سے ثابت ہو چکا ہے۔

بالخصوص حضرت حسن بصری تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس پر اپنے زمانے کے اہل اسلام کا اجماع نقل کیا ہے، جس کا حوالہ ابھی گزرا ہے۔

فائدہ: تین رکعت وتر پر دلالت کرنے والی حدیثیں بیس سے زائد ہیں جن کی تفصیل اوجز المسالک شرح موطأ امام مالک جلد اول صفحہ ۴۳۴، ۴۳۵ طبع ملتان پر درج ہے۔

نماز وتر میں دعائے قنوت دائمی ہے اور رکوع سے پہلے ہے:

۴۳۸۔ حضرت ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ .... وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے......اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

۴۳۹۔ حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ ؓ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوْا يَقْنُتُوْنَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ.[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

اس کی سند حسن ہے۔[3]

۴۴۰۔ حضرت اسود تابعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ اٰخِرِ رَكْعَةٍ مِنَ الْوِتْرِ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ.[4]

---

[1] النسائي: ج۱، ص ۲۴۸. ابن ماجه، سند صحيح [2] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۳۰۲

[3] الدراية لابن حجر: ج۱، ص ۱۹۴

[4] رواه الإمام البخاري في "جزء رفع اليدين" بسند صحيح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے پس رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

۴۴۱۔ نیز وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کی مرفوع حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حلیۃ ابونعیم میں۔

۴۴۲۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں بھی مروی ہے، جن کی تفصیل نصب الرایہ جلد دوم صفحہ ۱۲۴ اور الدرایہ جلد اول صفحہ ۱۹۴ میں ہے۔

فائدہ: بعض احادیث میں رکوع کے بعد قنوت کا ذکر آیا ہے تو اس کا محمل قنوت نازلہ ہے جو کسی اہم حادثہ و مصیبت کے وقت رکوع کے بعد پڑھی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

۴۴۳۔ حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلَاةِ، كَانَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ: قَبْلَهُ، إِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا، إِنَّهُ كَانَ بَعَثَ أُنَاسًا يُقَالُ لَهُمْ: الْقُرَّاءُ، سَبْعُوْنَ رَجُلًا فَأُصِيْبُوْا، فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ۔[1]

میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نماز میں قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رکوع سے پہلے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی۔ آپ نے ستر قاری اور عالم تبلیغ کے لیے بھیجے تھے جو شہید کر دیے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر بددعا کے لیے رکوع کے بعد ایک مہینہ تک قنوت (نازلہ) پڑھی۔

---

[1] الصحيح للبخاري: ج۱، ص۱۳۶ باب القنوت قبل الركوع وبعده. مسلم: ج۱، ص۲۳۷. المشكاة: ص۱۱۳

دعائے قنوت کے الفاظ:

۴۴۴۔ اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ. اَللّٰھُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ. إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ.

اے اللہ! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تیری بخشش چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری خوبیاں بیان کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے، اور علیحدہ رہتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہم اسکو جو تیری نافرمانی کرے۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں اور خدمت کرتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں تحقیق تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

یہ دعائے قنوت معمولی لفظی اختلاف کیساتھ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کے متعدد آثار میں مفصّل طور پر مروی ہے جن کے مجموعے سے یہ مکمّل دعا ثابت ہے۔ ان آثار کی تفصیل مصنّف ابن ابی شیبہ جلد دوم صفحہ ۳۰۱، ۳۱۴، ۳۱۵ اور مسند عبدالرزاق جلد سوم صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۴ میں ملاحظہ ہو۔

واضح رہے کہ محدث ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۳۵ھ امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ کے شیخ واستاذ ہیں اور محدث عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۱۱ھ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ واستاذ ہیں۔

مفسّر ومحدث علامہ سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ دعا دراصل قرآن مجید کی دو سورتیں تھی، ایک سورۂ خلع دوسری سورۂ حفد جن کی قرآنی حیثیت منسوخ کردی گئی۔[1]

[1] الإتقان: ج۲، ص ۲۶

اب دعا کی حیثیت سے یہ پڑھی جاتی ہیں، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے یہ دعا ثابت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے وتروں میں اس کے پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت ابی بن کعب، حضرت ابن عباس، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم کے مصاحف میں بھی یہ دعا درج تھی۔[1]

مفسّر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر درمنثور کے آخر میں سورۃ الناس کی تفسیر لکھ کر یہ عنوان قائم کیا ہے: ذِكْرُ مَا وَرَدَ فِي سُوْرَةِ الْخَلع وَسُوْرَةِ الْحَفْد (یعنی ان آثار کا ذکر جو سورۂ خلع اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ إلخ اور سورۂ حفد اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ إلخ کے بارے میں وارد ہیں) اس کے تحت تقریباً ڈیڑھ صفحے میں مذکورہ بالا قنوت کے الفاظ کو مجمل طور پر آثارِ صحابہ سے ثابت کیا ہے اور دلائل سے بتلایا ہے کہ یہ دعا متعدد صحابہ کرام کے مصاحف میں درج تھی، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی بحث کے جستہ جستہ الفاظ یہ ہیں:

۱۔ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

قَرَأْنَا فِيْ مُصْحَفِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ﷛: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ.

ہم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں یہ دعا پڑھی ہے: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ.

۲۔ حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷛، فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ السُّوْرَةِ الثَّانِيَةِ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ.

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ دوسری سورت کی قراءت سے فارغ ہوئے تو یہ دعا پڑھی: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ.

۳۔ وَفِيْ مُصْحَفِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷛ قِرَاءَةُ أُبَيِّ وَأَبِيْ مُوْسٰى ﷠:

---

[1] التفسير الدر المنثور للسيوطي: ج٦، ص ٤٢١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مصحف میں حضرت ابی بن کعب و حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کی قراءت تھی، اس میں تھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ.

۴۔ حضرت ابان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضي الله عنه عَنِ الْكَلَامِ فِي الْقُنُوْتِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ.

میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ.

۵۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ رضي الله عنه قَنَتَ بِهَاتَيْنِ السُّوْرَتَيْنِ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ و اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ إلخ.[1]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان دو سورتوں کو بطورِ قنوت پڑھا: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ و اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ إلخ.

۶۔ حضرت خالد بن ابی عمران رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں قنوت نازلہ کی تعلیم دی:

ثُمَّ عَلَّمَهُ هٰذَا الْقُنُوْتَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ.[2]

۷۔ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه صَحِيْحًا مَوْصُوْلًا.[3]

قنوت: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ. إلخ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے صحیح

---

[1] أخرجه محمد بن النصر رحمه الله [2] أخرجه البيهقي: ج۲، ص ۲۱۰ مرسلاً. مراسيل أبي داود. نصب الراية: ج۲، ص ۱۲۶. التلخيص الحبير مع شرح المهذب: ج۴، ص ۲۵۱

[3] البيهقي: ج۲، ص ۲۱۰. التلخيص الحبير مع شرح المهذب: ج۴، ص ۲۵۰

متّصل سند سے مروی اور منقول ہے۔

۸۔ حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نمازِ فجر میں یہ قنوت پڑھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ.[1]

۹۔ حضرت عبدالمالک بن سوید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا قَنَتَ فِي الْفَجْرِ بِهَاتَيْنِ السُّوْرَتَيْنِ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ إلخ.[2]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز فجر میں ان دو سورتوں اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ إلخ کے ساتھ قنوت پڑھی۔

فائدہ: اگرچہ ان روایتوں میں قنوت نازلہ کا بیان ہے تاہم اس سے واضح ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین اکثر قنوت میں یہ دعا پڑھتے تھے لہٰذا یہ دعا افضل ہے۔

۱۰۔ حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فِي قِرَاءَةِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضي الله عنه: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ.[3]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں یہ دعا تھی: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ.

۱۱۔ ابو عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه كَانَ يُقْرِئُهُمْ إِيَّاهَا وَيَزْعَمُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُقْرِئُهُمْ إِيَّاهَا.[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں (ابو عبدالرحمٰن وغیرہ) کو قنوت: اَللّٰهُمَّ إِنَّا

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص۳۱٤. محمد بن نصر ، السنن للبيهقي

[2] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۳۱٤

[3] أخرجه ابن أبي شيبة: ج۲، ص۳۱٤. ومحمد بن نصر [4] أخرجه محمد بن نصر

نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ پڑھاتے تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام کو یہی دعا پڑھاتے تھے۔

۱۲۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانُوْا يُسْتَحِبُّوْنَ أَنْ يَّجْعَلُوْا فِيْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ هَاتَيْنِ السُّوْرَتَيْنِ : اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ و اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ إلخ.[1]

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے علما قنوت وتر میں ان دو سورتوں کے پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ و اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ إلخ.

۱۳۔ حضرت ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يَقْرَأُ فِي الْوِتْرِ السُّوْرَتَيْنِ: اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ إلخ.[2]

کہ نمازی وتروں میں یہ دو سورتیں بطور قنوت پڑھے: اَللّٰهُمَّ إلخ.

۱۴۔ علامہ ابن رشد مالکی رحمۃ اللہ علیہ بدایۃ المجتہد جلد اول صفحہ ۱۳۲ میں فرماتے ہیں:

إِنَّهُ اسْتَحَبَّ الْقُنُوْتَ مَالِكٌ بـ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ إلخ.[3]

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ إلخ والی دعا کو افضل اور مستحب قرار دیا ہے۔

۱۵۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فقہ حنبلی کی معروف کتاب المغنی جلد اول صفحہ ۷۸۶ پر لکھتے ہیں:

وَهَاتَانِ سُوْرَتَانِ فِيْ مُصْحَفِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ

اور یہ دو سورتیں: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ إلخ اور اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ إلخ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں تھیں۔

نیز لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہ دعا پڑھتے تھے۔

---

[1] أخرجه محمد بن نصر [2] انتهى ما في الدر المنثور: ج٦، ص ٤٢٠ تا ٤٢٢ ملخصاً مع زيادة ما. معارف السنن شرح الترمذي: ج٤، ص ٢٤٤ [3] معارف السنن: ج٤، ص ٢٤٥

سنن ونوافل

سنن ونوافل کا اہتمام:

۴۴۵۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاةٌ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ، فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلٰى ذٰلِكَ. وَفِي رِوَايَةٍ: ثُمَّ الزَّكَاةُ مِثْلُ ذٰلِكَ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ.[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے بندے کے اعمال میں سے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر نماز درست نکلی تو بندہ کامیاب ہوا اور اگر وہ خراب نکلی تو بندہ ناکام ہوا۔ اگر اس کے فرض میں سے کوئی چیز ناقص ہوئی تو حق تعالیٰ فرمائیں گے: دیکھو! میرے بندہ کی کوئی نفل نماز ہے، تو ان نوافل سے فرض کی کمی پوری کی جائے گی، پھر باقی اعمال بھی اسی طرح ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے پھر زکوۃ کا حساب اسی طرح ہوگا، پھر تمام اعمال کا حساب اسی طرح ہوگا۔

۴۴۶۔حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا

[1] الترمذي: ج۱، ص ۵۵. أبو داود. المشكاة: ص ۱۱۷ باب صلاة التسبيح

وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ.[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دن رات میں بارہ رکعت (سنت) پڑھے اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا، چار رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشا کے بعد اور دو رکعت نماز فجر سے پہلے۔

۴۴۷۔ اس مضمون کی مرفوع حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ترمذی جلد اول صفحہ ۵۵ میں مروی ہے۔

فائدہ: احادیث وآثار سے جس قدر سنن ونوافل ثابت ہیں، وہ سب اہتمام سے ادا کرنی چاہئیں، خصوصاً نمازِ تہجّد، اشراق، چاشت، نمازِ حاجت، نمازِ توبہ، اوّابین، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، نمازِ استخارہ، نمازِ تسبیح وغیرہ۔

نمازِ تراویح:

نمازِ تراویح کو احادیث میں قیامِ رمضان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خود نمازِ تراویح کو سنت قرار دیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے۔

۴۴۸۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ.[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان میں روزہ فرض قرار دیا ہے اور میں نے اس کے قیام (نماز تراویح) کو سنت قرار دیا ہے۔

۴۴۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

---

[1] الترمذي: ج۱، ص۵٦ . النسائي. المشكاة: باب السنن

[2] النسائي: ج۱، ص ۳۰۸ . ابن ماجه

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایمان وطلبِ ثواب کے جذبہ سے رمضان میں تراویح پڑھے، اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۴۵۰۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ.[2]

رسول اللہ ﷺ قیام رمضان (نمازِ تراویح) کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

۴۵۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُرَغِّبُ النَّاسَ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ.[3]

رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نمازِ تراویح کی ترغیب دیتے تھے۔

آنحضرت ﷺ ماہِ رمضان میں ساری رات نماز وعبادت میں گزارتے تھے، بسترہ آپ کے آرام سے نا آشنا رہتا تھا۔

۴۵۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهٗ حَتّٰى يَنْسَلِخَ.[4]

جب رمضان آتا تو رسول اکرم ﷺ اپنے بسترہ پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ ماہِ رمضان ختم ہوجاتا۔

تراویح کی جماعت:

آنحضرت ﷺ خود تو پورے رمضان میں رات بھر نماز وعبادت میں مصروف

---

[1] مسلم: ج١، ص ٢٥٩. البخاري. المشكاة: ص ١٧٣

[2] مسلم: ج١، ص ٢٥٩ باب الترغيب في قيام رمضان، وهو التراويح

[3] النسائي: ج١، ص ٣٠٧　[4] البيهقي

رہتے تھے اور اُمت کو بھی قیام رمضان (تراویح) کی ترغیب فرماتے تھے، لیکن تراویح کی جماعت پر آپ نے مداومت و مواظبت نہیں فرمائی۔ آپ نے ترکِ مداومت کا یہ سبب ارشاد فرمایا کہ اس سے کہیں اُمت پر فرض نہ ہوجائے۔ آپ نے ایک ایک رات کے وقفہ سے تین راتیں (۲۳، ۲۵، ۲۷ رمضان) جماعت سے تراویح کی نماز پڑھائی، پہلی شب تہائی رات تک، دوسری شب آدھی رات تک اور تیسری شبِ صبح صادق کے قریب تک نمازِ تراویح پڑھاتے رہے، یہاں تک کہ صحابہ کرام کو سحری کے فوت ہوجانے کا اندیشہ لاحق ہوگیا۔

۴۵۳۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ: صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ، فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا ...... فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا..... فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ نِسَاءَهُ وَأَهْلَهُ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا أَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ -قُلْتُ: مَا الْفَلَاحُ؟ قَالَ: السُّحُوْرُ- ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ.[1]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو آپ نے مہینے کے کسی حصے میں بھی ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا، یہاں تک کہ سات راتیں باقی رہ گئیں تو ہمارے ساتھ قیام فرمایا (نماز تراویح پڑھی) یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی۔ جب چھٹی رات ہوئی تو آپ نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا...... پھر جب پانچویں رات ہوئی تو آدھی رات تک ہمارے ساتھ قیام فرمایا، پس جب چوتھی رات ہوئی تو آپ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا..... پھر جب تیسری رات ہوئی تو آپ نے اپنے گھر

[1] أبو داود: ج۱، ص ۲۰۲. الترمذي، النسائي، ابن ماجه، مسند الإمام أحمد. المشكاة: ص ۱۱٤

والوں اور لوگوں کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ (طویل) قیام فرمایا، حتیٰ کہ ہمیں فلاح کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہونے لگا۔ (راوی کہتا ہے) میں نے پوچھا کہ فلاح کیا ہے؟

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فلاح سے سحری مراد ہے۔ پھر مہینہ کے باقی حصہ میں آپ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا۔

۴۵۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تین راتیں تراویح کی نماز پڑھانے کا ذکر آیا ہے۔ اس کے بعد جماعت کی پابندی نہ فرمانے کے سلسلہ میں آپ کا یہ ارشاد مروی ہے:

لٰكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا.[1]

لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ تراویح کی جماعت تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ۔

۴۵۵۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتیں تراویح کی جماعت کرائی، پھر اس کی پابندی ترک کرنے کا یہ سبب ارشاد فرمایا:

خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ، وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ.[2]

مجھے ڈر لگا کہ تم پر فرض کر دی جائے اور اگر تم پر فرض کر دی گئی تو تم اسے نباہ نہیں سکو گے۔

۴۵۶۔ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ أَوْزَاعًا، يَكُونُ مَعَ الرَّجُلِ الشَّيْءُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَيَكُونُ مَعَهُ النَّفَرُ الْخَمْسَةُ أَوِ السِّتَّةُ وَأَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ وَأَكْثَرُ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ.[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں لوگ رمضان کی رات کو متفرق

---

[1] البخاري: ج۱، ص ۲۶۹. مسلم: ج۱، ص ۲۵۹

[2] البخاري: ج۲، ص ۱۰۸۲ واللفظ للبخاري. مسلم. المشكاة: ص ۱۱٤

[3] أبو داود، وسكت عليه هو والمنذري. أوجز المسالك شرح الموطأ للإمام مالك: ج۱، ص ۳۸۷

طور پر نماز پڑھتے تھے ایک آدمی کے پاس قرآن مجید کا کچھ حصہ (یاد) ہوتا تو پانچ یا چھ آدمی اور کم وبیش اس کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

۴۵۷۔ حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ عہدِ نبوت میں تراویح کی جماعت کراتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کی تحسین وتصویب فرمائی تھی۔

ثعلبہ بن مالک القرظی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَرَاٰى نَاسًا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ يُصَلُّوْنَ، فَقَالَ: مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمُ الْقُرْاٰنُ، وَأُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ رضي الله عنه يَقْرَأُ وَهُمْ مَعَهٗ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ، قَالَ: قَدْ أَحْسَنُوْا وَقَدْ أَصَابُوْا.[1]

حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات رمضان مبارک میں گھر سے باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں، آپ نے دریافت فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ ایک کہنے والے نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے پاس قرآن مجید (حفظ) نہیں ہے، یہ لوگ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا: انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔

فائدہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نزولِ وحی کا سلسلہ جاری تھا تراویح کی جماعت پر مداومت کرنے سے اس کے فرض ہوجانے کا اندیشہ تھا۔ آپ نے صحابہ کرام کے شدتِ اشتیاق کے باوجود جماعت تراویح کی پابندی سے عذر فرما دیا۔ آپ کے وصال کے بعد جب وحی کا مقدس سلسلہ منقطع ہوگیا، فرضیت کا اندیشہ نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (جن کا علم، علم نبوت کا تتمہ تھا۔ بخاری جلد اول صفحہ ۱۸ باب فضل العلم وجلد اول صفحہ ۵۲۰ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا پورا کرنے کے لیے

---

[1] رواه البيهقي في المعرفة، وإسناده جيد، وأخرجه أيضاً في السنن الكبرىٰ بطرق أو جز المسالك شرح الموطأ للإمام مالك: ج۱، ص ۳۸۷ . آثار السنن: ص ۲۴۷

تراویح باجماعت کا باقاعدہ انتظام فرمایا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو جماعتِ تراویح کا امام مقرر فرمایا۔

۴۵۸۔ صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ ہیں:

فَجَمَعَهُمْ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضي الله عنه[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی امامت پر اکٹھا کیا۔

تراویح کی بیس رکعت:

بطورِ تمہید عرض ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے براہِ راست تربیت یافتہ تھے، مزاج شناسِ وحی اور مزاج شناسِ نبوت تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے علم، عمل اور فہم دین پر کامل اعتماد تھا۔ قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص میں اس اعتماد کا اظہار واعلان فرمایا گیا ہے۔

۴۵۹۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:[2]

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ.[3]

اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں) سبقت کرنے والے مقدم ہیں اور جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ ان کا اتباع کیا۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام، مہاجرین و انصار کی اتباع اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور رضائے الٰہی کا سبب ہے۔

۴۶۰۔ ارشادِ ربانی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا.[4]

---

[1] البخاري: ج۱، ص ۲۶۹ [2] یہ مضمون آغاز میں بھی گزر چکا ہے۔ اہمیت کے پیشِ نظر اس کا تکرار گوارا کر لیجیے گا۔ منہ [3] التوبة: ۱۰۰ [4] الفتح: ۲۹

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی کفار پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔
اے مخاطب! آپ اُن کو رکوع وسجود میں دیکھیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رضا کے طالب ہیں۔

یہ آیت کریمہ صحابہ کرام کی عبادت واخلاص اور پاکیزہ جذبات کی زبردست شہادت ہے۔

۴۶۱۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ.[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا طریقہ اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ لازم پکڑو، اس پر عمل کرو اور اسے ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو۔

۴۶۲۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا أَدْرِيْ مَا بَقَائِيْ فِيْكُمْ، اِقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ: أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ.[2]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنی مدت تمہارے ساتھ رہوں گا۔ میرے بعد حضرت ابوبکر وعمر کی پیروی کرنا۔

۴۶۳۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ.[3]

---

[1] الترمذي: ج۲، ص ۶۲. أبو داود: ج۲، ص ۲۸۷ باب في لزوم السنة. ابن ماجه. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. المشكاة: ص ۲۹

[2] الترمذي: ج۲، ص ۲۰۷. ابن ماجه، مسند الإمام أحمد. المشكاة: ۵۶۰

[3] الترمذي: ج۲، ص ۲۰۹. المشكاة: ۵۵۷

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی زبان و دل پر حق رکھ دیا ہے۔

یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل صحابہ سے بھی مروی ہے۔

۴۶۴۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ابوداود اور مسند امام احمد میں۔

۴۶۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسند امام احمد، مستدرک حاکم اور مسند ابویعلیٰ میں۔

۴۶۶۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں۔

۴۶۷۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں۔[۱]

۴۶۸۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.[۲]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری اُمت کے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں (صحابہ)، پھر وہ لوگ جو اُن کے متصل ہیں (تابعین)، پھر وہ لوگ جو اُن کے قریب ہیں (تبع تابعین)۔

کتاب وسنت کی ان نصوص وہدایات سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین کے آثار بھی شرعی دلیل ہیں، ائمہ اربعہ اور جمہور علمائے اسلام ہمیشہ صحابہ و تابعین کے آثار سے بھی حسب ضرورت استدلال کرتے آئے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے مختلف ابواب میں صحابہ وتابعین وغیرہم کے ایک ہزار چھ سو آٹھ آثار بطورِ استدلال ذکر کیے ہیں۔[۳]

جس طرح ملکی قانون کی تشریح میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلے اور ان

---

[۱] أوجز المسالك شرح الموطأ للإمام مالك: ج۱، ص ۳۹۷

[۲] البخاري: ج۱، ص ۵۱۵ باب فضائل أصحاب النبي ﷺ. مسلم. المشكاة: ص ۵۵۳

[۳] فتح الباري شرح البخاري: ج۱۳، ص ۴۵۴، خاتمة الكتاب

کے جج صاحبان کی تحقیقات و آرا اور اقوال ماتحت عدالتوں کے لیے تمام دنیا میں حجّت اور دلیل تسلیم کیے جاتے ہیں، اسی طرح قرآن و حدیث کی تشریح میں صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے آثار و اقوال بھی مذکورہ بالا کتاب وسنت کی نصوص وہدایات کی بنا پر درجہ بہ درجہ حجّت اور دلیل ہیں۔ اس تمہید کے بعد اصل مسئلہ پر غور فرمایئے۔

کتاب وسنت کی بے شمار نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ ماہِ رمضان باقی گیارہ مہینوں سے ممتاز ہے، یہ مبارک مہینہ عبادت کے لیے مخصوص ہے، اس کے دن روزہ و تلاوت میں اور اس کی راتیں نماز و دیگر عبادات میں گزاری جائیں، خود آنحضرت ﷺ اس مبارک ماہ میں شب بیداری فرمایا کرتے تھے۔ ساری رات نماز و عبادت میں مصروف رہتے تھے، آپ دوسروں کو بھی خصوصی اہتمام کے ساتھ قیام رمضان (تراویح) کی ترغیب وتشویق فرمایا کرتے تھے۔ چند راتیں آپ نے تراویح کی جماعت بھی کرائی تھی۔ ایک رات تو سحری تک تراویح باجماعت میں گزار دی، لیکن اس اندیشہ سے تراویح کی جماعت کا التزام اور پابندی نہیں فرمائی گئی کہ اُمت پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر اُمت اسے نباہ نہ سکے۔

آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور بہت ہی مختصر تھا، جو جہادی مصروفیات اور مسیلمہ کذاب جیسے فتنوں کے دبانے میں گزر گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو چھوٹے مسائل کی طرف التفات فرمانے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ابتدائی دور بھی انہی جیسے اہم مسائل کے حل میں صرف ہوا، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جب جہادی مہمات و مسائل سے قدرے فارغ ہوئے تو آپ نے تراویح جیسے مسائل کی طرف توجہ فرمائی اور ان کو حل کیا۔ آپ نے حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں تراویح کا امام مقرر کیا۔ آپ کے مقدس عہد میں بیس رکعت تراویح باجماعت کا التزام اور اس پر دائمی عمل شروع ہوا۔ کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ گویا اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہوا۔ آپ کے بعد حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما

کی خلافت میں بھی مسلسل بیس تراویح پر عمل ہوتا رہا۔ صحابہ وتابعین کا مسلسل عمل بیس رکعت تراویح پر رہا، جسے ائمۂ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم نے باتفاق اختیار کیا۔ چودہ سو سال سے جمہورِ اُمت کا عمل بیس رکعت پر چلا آرہا ہے۔

اس تفصیل کے لیے درج ذیل شواہد ملاحظہ فرمائیں:

۴۶۹۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ: كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[1]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ (صحابہ وتابعین) ماہِ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

متعدد حفاظ محدثین کرام نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خلاصہ میں محدث ابن العراقی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح التقریب میں، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے المصابیح میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[2]

۴۷۰۔ بیہقی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

وَعَلٰى عَهْدِ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رضي الله عنهما مِثْلَهٗ.

حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں بھی عہد فاروقی کی طرح بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں۔

۴۷۱۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث ہے:

قَالَ: كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ رضي الله عنه بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[3]

---

[1] السنن الكبرىٰ للبيهقي: ج٢، ص ٤٩٦. قال النووي الشافعي رحمه الله في "شرح المهذب": ج٤، ص ٣٢: إسناد صحيح [2] أوجز المسالك: ج١، ص ٣٩٧. حاشية آثار السنن: ص ٢٥١

[3] أخرجه البيهقي في "معرفة الآثار والسنن"

ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

محدث نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ خلاصہ میں فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.[1]

اس کی سند صحیح ہے۔

۴۷۲۔ حضرت یزید بن رومان تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِينَ رَكْعَةً.[2]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگ رمضان مبارک میں تئیس رکعت پڑھتے تھے۔

محدث بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر تھے۔[3]

۴۷۳۔ حضرت یحیٰی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً.[4]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائیں۔

واضح رہے کہ محدث ابن ابی شیبہ، امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہم کے اساتذہ میں سے ہیں۔[5]

۴۷۴۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ عُمَرَ رضي الله عنه أَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ، فَصَلَّى بِهِمْ

---

[1] نصب الراية: ج۲، ص ۱۵٤

[2] البيهقي: ج۲، ص ٤۹٦. الموطأ للإمام مالك: ص ۹۸ مرسل قوي

[3] البيهقي: ج۲، ص ٤۹٦　[4] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۳۹۳. آثار السنن: ۲۵۳

[5] تهذيب التهذيب لابن حجر رحمه الله: ج٦، ص ۲

عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[۱]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو رمضان کی رات نماز پڑھانے کا حکم دیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائی۔

۴۷۵۔ حضرت محمد بن کعب قرظی تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[۲]

لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان مبارک میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

۴۷۶۔ حضرت عبدالعزیز بن رفیع تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَ أُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ رضي الله عنه يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.[۳]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان میں مدینہ منورہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

۴۷۷۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن سُلمی تابعی رحمۃ اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عمل نقل کرتے ہیں:

دَعَا الْقُرَّاءَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[۴]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرائے کرام کو بلایا اور ان میں سے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو (رمضان مبارک میں) بیس رکعت پڑھائے۔

۴۷۸۔ حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا رضي الله عنه أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ

---

[۱] كنز العمال: ج۸، ص ۴۰۹. أوجز المسالك: ج۱، ص ۳۹۸. مسند ابن منيع

[۲] قيام الليل للمحدث محمد بن نصر رحمه الله [۳] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۳۹۳

[۴] البيهقي: ج۲، ص ۴۹۶

عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مامور کیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحہ یعنی بیس رکعت پڑھائے۔

۴۷۹۔ حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

إِنَّ عَلِيًّا رضي الله عنه أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔

۴۸۰۔ حضرت حسن بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

إِنَّ أُبَيًّا رضي الله عنه كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[۳]

حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ماہِ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

۴۸۱۔ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ رحمه الله قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه يُصَلِّيْ لَنَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ .... قَالَ الْأَعْمَشُ: كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.[۴]

حضرت زید تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رمضان مبارک میں ہمیں نماز پڑھاتے تھے......زید کے شاگرد حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس رکعت پڑھتے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔

۴۸۲۔ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ثَلَاثًا وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ.[۵]

۱۔ البيهقي: ج۲، ص ۴۹۷. ابن أبي شيبة ۲۔ مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۳۹۳ في نسخة

۳۔ مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۳۹۳

۴۔ قيام الليل لمحمد بن نصر. عمدة القاري شرح البخاري: ج۱۱، ص ۱۲۷

۵۔ مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۳۹۳ سند حسن. "قيام الليل" لمحمد بن نصر

حضرت عطاء تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے لوگوں (صحابہ وتابعین) کو پایا کہ وہ وتر سمیت تئیس رکعت پڑھتے تھے۔

۴۸۳۔ حضرت ابوالخصیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِيْ رَمَضَانَ، فَيُصَلِّيْ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[1]

حضرت سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں ہمارے امام بنتے تو بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

فائدہ: حضرت سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ خلفائے راشدین کے تلمیذ خاص اور کبارِ تابعین میں سے ہیں۔[2]

۴۸۴۔ حضرت نافع بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ[3] يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[4]

حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ ماہ رمضان میں ہمیں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

۴۸۵۔ حضرت سعید بن عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيْعَةَ[5] كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.[6]

---

[1] البيهقي: ج۲، ص ٤٩٦ سند حسن [2] تهذيب التهذيب: ج٤، ص ۲۷۸

[3] ان کا نام ونسب یہ ہے: عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ، مشہور تابعی ہیں۔ اسّی صحابہ کی زیارت وملاقات کے شرف سے مشرف ہوئے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام سے علم حدیث حاصل کیا۔ (تهذيب التهذيب: ج٥، ص۳۰٦)

[4] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص۳۹٤ سند صحيح

[5] علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر متعدد صحابہ کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔ (تهذيب التهذيب: ج۷، ص ۳۲۰) [6] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۳۹۳ بسند صحيح

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو رمضان مبارک میں پانچ ترویحہ (بیس رکعت) پڑھاتے اور تین وتر پڑھتے تھے۔

۴۸۶۔ حضرت شُتیر[1] بن شکل تابعی رحمۃ اللہ علیہ کا عمل مروی ہے:

إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[2]

حضرت شتیر رحمۃ اللہ علیہ ماہِ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

۴۸۷۔ حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل مروی ہے:

إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.[3]

حضرت ابوالبختری تابعی رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں پانچ ترویحہ (بیس رکعت) پڑھتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔

۴۸۸۔ حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ کا عمل مروی ہے:

إِنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِيْ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[4]

حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ ماہِ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

فائدہ: ان احادیث وآثار کی تفصیل اوجز المسالک شرح موطأ امام مالک جلد اول صفحہ ۳۹۷، ۳۹۸ اور حاشیہ آثار السنن صفحہ ۲۵۰، ۲۵۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

خلفائے راشدینِ ثلاثہ (حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم) کے مقدس عہد سے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا متواتر و مسلسل عمل بیس رکعت تراویح کا رہا ہے، ائمہ اربعہ، ان کے متّبعین اور جمہور علما کا مسلک بھی یہی ہے۔ بعض محقّقین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام ترمذی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع ترمذی باب قیام شہر

---

[1] شتیر بن شکل رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام سے علم حاصل کیا ہے۔ (تهذيب التهذيب: ج٤، ص ٣١١)

[2] قيام الليل للبيهقي. مصنف ابن أبي شيبة: ج٢، ص ٢٩٣

[3]، [4] مصنف ابن أبي شيبة: ج٢، ص ٢٩٣

رمضان کے عنوان کے تحت مسئلہ تراویح پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَعُمَرَ رضي الله عنهما وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔[1]

اکثر اہل علم بیس رکعت تراویح پر قائم ہیں جو حضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام سے منقول ہیں۔

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۶ پر بیس رکعت تراویح کے متعلق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ تذکرہ نقل کرکے فرماتے ہیں:

وَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِنَا الْحَنَفِيَّةِ.

ہمارے ائمہ احناف کا قول بھی بیس رکعت کا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ بیس رکعت تراویح کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ، وَبِهِ قَالَ الْكُوفِيُّونَ وَالشَّافِعِيُّ وَأَكْثَرُ الْفُقَهَاءِ، وَهُوَ الصَّحِيحُ عَنْ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ رضي الله عنه مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ فِي الصَّحَابَةِ.[2]

بیس رکعت تراویح جمہور علما کا قول ہے۔ اہل کوفہ (احناف و دیگر محدثین وفقہا) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہا کا یہی مسلک ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر یہی ثابت ہے صحابہ کرام کا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

علامہ ابن رشد مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاخْتَارَ مَالِكٌ رحمه الله فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَدَاوُدُ رحمهم الله الْقِيَامَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ.[3]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک قول میں اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام

---

[1] الترمذي: ج۱، ص ۹۹ [2] عمدة القاري: ج۱۱، ص ۱۲۷

[3] بداية المجتهد: ج۱، ص ۲۱۰

داود ظاہری رحمۃ اللہ علیہم نے وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح کو اختیار کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول چھتیس رکعت تراویح کا ہے۔ علامہ ابن حجر مکّی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلٰى أَنَّ التَّرَاوِيحَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً.[1]

صحابہ کرام کا بیس رکعت تراویح پر اجماع واتفاق ہے۔

محدث ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ المغنی جلد اول صفحہ ۷۹۸ پر نمازِ تراویح کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ (الإمام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ) فِيْهَا عِشْرُوْنَ رَكْعَةً.

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بیس رکعت تراویح مختار اور راجح ہے۔

آگے جلد اول صفحہ ۷۹۹ میں بیس رکعت کے دلائل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. وَهٰذَا كَالْإِجْمَاعِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔ یہ بہ منزلہ اجماع کے ہے۔

علامہ قسطلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الساری شرح بخاری جلد سوم صفحہ ۴۲۶ پر عہدِ فاروقی میں بیس رکعت تراویح پر صحابہ وتابعین کا عمل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقَدْ عَدُّوْا مَا وَقَعَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ كَالْإِجْمَاعِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بیس رکعت تراویح کا واقعہ بہ منزلہ اجماع کے ہے۔

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ شرح المہذب جلد چہارم صفحہ ۳۲ پر نمازِ تراویح پر بحث کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

---

[1] المرقاة شرح المشكاة: ج ٣، ص ١٩٤

إِنَّهَا عِشْرُوْنَ رَكْعَةً …… هٰذَا مَذْهَبُنَا، وَبِهِ قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رحمه الله وَأَصْحَابُهُ وَأَحْمَدُ وَدَاوُدُ رحمهما الله وَغَيْرُهُمْ وَنَقَلَهُ الْقَاضِيْ عِيَاض (المالكي) رحمه الله عَنْ جُمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ.

نمازِ تراویح بیس رکعت ہے…… ہمارا مذہب یہی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل اور امام داود ظاہری رحمہما اللہ اور دوسرے علما کا یہی قول ہے اور قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جمہور علما کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔

الحاصل بیس رکعت تراویح جمہور صحابہ وتابعین کا مسلسل عمل ہے جو اجماع کی ایک شکل ہے ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے چودہ صدیوں سے کروڑوں اہل اسلام اسی پر عمل پیرا چلے آرہے ہیں۔

فائدہ: بعض احادیث وآثار میں نماز تراویح میں بیس رکعت سے کم کا ذکر بھی آیا ہے محققین کے ہاں ایسی روایات ابتدا پر محمول ہیں، آخری عمل بیس رکعت کا ہے۔ اس پر قرینہ خلفائے راشدین کے مقدس عہد میں بیس رکعت پر جمہور صحابہ وتابعین کا عملی اجماع ہے، اگر بیس رکعت تراویح آخری عمل نہ ہوتا تو جمہور صحابہ وتابعین ہرگز اسے اختیار نہ کرتے اور اس پر مسلسل عملی اصرار نہ کرتے۔

محدث بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تراویح کے بارے میں مختلف روایات کی یہی توجیہ کی ہے:

وَجَمَعَ الْبَيْهَقِيُّ بَيْنَهَا بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ بِإِحْدٰى عَشْرَةَ ثُمَّ قَامُوْا بِعِشْرِيْنَ وَأَوْتَرُوْا بِثَلَاثٍ.[1]

محدث بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مختلف روایات میں یوں تطبیق دی ہے کہ وہ لوگ گیارہ رکعت پڑھتے تھے پھر بیس رکعت پڑھیں اور تین رکعت وتر پڑھے۔

---

[1] إرشاد الساري شرح البخاري للمحدث القسطلاني الشافعي رحمه الله: ج٣، ص٤٢٦. نصب الراية للمحدث الزيلعي الحنفي رحمه الله: ج٢، ص ١٥٤

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ توجیہ و تطبیق السنن الکبریٰ للبیهقي مع الجوهر النقي جلد سوم صفحہ ۴۹۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

فائدہ: بیس رکعت تراویح پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے، تاہم مذکورہ بالا صحابہ وتابعین کے بیس رکعت کے عملی اجماع سے اس کی بنیاد صحیح ثابت ہوتی ہے۔ وہ مرفوع حدیث یہ ہے:

۴۸۹۔ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً.[۱]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رمضان مبارک میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

فجر کی سنتیں بہت اہم ہیں:

نماز فجر کی دو رکعت سنتیں بہت موکد ہیں۔

۴۹۰۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے:

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى شَيْءٍ أَشَدَّ تَعَاهُدًا مِنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.[۲]

نبی اکرم ﷺ (نوافل وسنن میں سے) سب سے زیادہ اہتمام فجر کی دو سنتوں کا فرماتے تھے۔

۴۹۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَدَعُوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَلَوْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ.[۳]

---

[۱] البيهقي: ج۲، ص ۴۹٦. الطبراني الكبير، المعجم البغوي، مسند عبد بن حميد. مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۳۹٤

[۲] البخاري: ج۱، ص ۱۵٦. مسلم: ج۱، ص ۲۵۱. المشكاة: ص ۱۰٤

[۳] أبو داود: ج۱، ص ۱۸٦. مسند الإمام أحمد

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) مت چھوڑو، اگرچہ گھوڑے تمہیں دوڑا رہے ہوں۔

فائدہ: اگر صبح کی جماعت کھڑی ہوچکی ہو اور فجر کی سنتیں بھی ادا کرنی ہو، تو دونوں فضیلتوں (ادائیگی سنت، شرکتِ جماعت) کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، جماعت کی صفوں سے ہٹ کر سنتیں ادا کرکے جماعت میں شرکت کی جائے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ سنتیں پڑھنے سے جماعت فوت ہوجائے گی تو پھر جماعت میں شامل ہوجائے اور سنتیں سورج نکلنے کے بعد ادا کرے۔ اس تفصیل کے لیے ذیل کی احادیث وآثار ملاحظہ ہوں:

۴۹۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ.[۱]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اسے چاہیے کہ سورج نکلنے کے بعد ان کو پڑھے۔

۴۹۳۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما: أَنَّهُ صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ بَعْدَ الضُّحٰى.[۲]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کی سنتیں چاشت کے بعد پڑھیں۔

۴۹۴۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَيْقَظْتُ ابْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما لِصَلَاةِ الْفَجْرِ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ.[۳]

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو صبح کی نماز کیلئے جگایا، حالانکہ جماعتِ نماز کی اقامت ہوچکی تھی، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں (سنتیں) پڑھیں۔

۴۹۵۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا عمل منقول ہے:

---

[۱] الترمذي: ج۱، ص ۵۷. المستدرك للحاكم، الدار قطني، البيهقي، صحيح ابن حبان. صححه الحاكم وأقره الذهبي

[۲] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۲۵۵ سند حسن

[۳] الطحاوي: ج۱، ص ۲۵۶ إسناده صحيح

إِنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ.[1]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لاتے جب کہ لوگ صبح کی نماز کی صف بندی کر چکے ہوتے، تو آپ مسجد کے ایک کونے میں سنتیں پڑھتے پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہوتے۔

۴۹۶۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُوسٰى رحمه الله قَالَ: جَاءَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه وَالْإِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ إِلٰى سَارِيَةٍ وَلَمْ يَكُنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.[2]

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے جب کہ امام صاحب صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صبح کی سنتیں رہتی تھیں تو آپ نے ایک ستون کے پاس ان کو ادا کیا۔

اس کے راوی ثقہ، لائق اعتماد ہیں۔

۴۹۷۔ حضرت حارثہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَرَكَعَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ.[3]

صبح کی نماز کی اقامت کی جا چکی تھی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو رکعت سنت ادا کیں، پھر لوگوں کے ساتھ نماز (کی جماعت) میں شریک ہوئے۔

۴۹۸۔ حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] الطحاوي: ج۱، ص ۲۵۶ إسناده حسن

[2] الطبراني الكبير، قال المحدث الهيثمي في "مجمع الزوائد": رجاله موثقون

[3] مصنف ابن أبي شيبة: ج۲، ص ۲۵۱ إسناده صحيح

كُنَّا نَأْتِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبْلَ أَنْ نُصَلِّيَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَنُصَلِّيْ فِيْ اٰخِرِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلَاتِهِمْ۔[1]

ہم (بعض اوقات) صبح کی سنتیں ادا کرنے سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہوتے، تو ہم مسجد کے آخر میں سنتیں پڑھتے، پھر لوگوں کے ساتھ نماز (کی جماعت) میں شرکت کرتے۔

كُنَّا نَأْتِيْ جمع کا صیغہ دلالت کرتا ہے کہ عہد فاروقی میں یہ صورت کثرت سے پیش آتی تھی اور بہت سے حضرات کا عمل اس کے مطابق تھا۔

فائدہ: بعض احادیث میں آیا ہے:

۴۹۹۔ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ.[2]

جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہیں ہے۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار کے قرینہ سے اس کا مطلب و محمل یہ ہے کہ سنتیں جماعت کی صف میں نہ پڑھی جائیں تا کہ سنت و فرض کا اتصال نہ ہو۔ اس توجیہ کا دوسرا قرینہ خود ممانعت کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ اقامت کے بعد سنتیں پڑھنے والے سے آپ نے فرمایا:

أَتُصَلِّي الصُّبْحَ أَرْبَعًا؟[3]

کیا تو صبح کی نماز کی چار رکعت پڑھتا ہے؟

ایک روایت میں ہے:

أَالصُّبْحَ أَرْبَعًا؟[4]

کیا تو صبح کی چار رکعت پڑھتا ہے؟

---

[1] الطحاوي: ج۱، ص ۲۵۶ إسناده صحيح [2] مسلم: ج۱، ص ۲۴۷ وسنن اربعہ
[3] مسلم: ج۱، ص ۲۴۷ [4] البخاري: ج۱، ص ۹۱

چار رکعت کا نقشہ سنت وفرض کو ایک جگہ متّصل ادا کرنے سے وجود میں آتا ہے، اگر ممانعت مطلق ہوتی تو مذکورہ بالا صحابہ کرام اقامت کے بعد سنتیں ادا نہ کرتے۔

صبح کے فرضوں کے بعد طلوعِ شمس سے پہلے سنتیں نہ پڑھنی چاہئیں:

۵۰۰۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.[1]

رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد طلوعِ شمس تک اور عصر کی نماز کے بعد غروبِ شمس تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۰۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرفوع حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور دیگر متعدد صحابہ کرام کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.[2]

رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد طلوعِ شمس تک اور عصر کے بعد غروبِ شمس تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۰۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.[3]

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ نماز عصر کے بعد غروبِ شمس تک نماز درست نہیں اور نماز فجر کے بعد طلوعِ شمس تک نماز درست نہیں۔

---

[1] البخاري: ج۱، ص ۸۲. مسلم: ج۱، ص ۲۷۵

[2] البخاري: ج۱، ص ۸۲. مسلم: ج۱، ۲۷۵ وبقیہ صحاح ستہ

[3] البخاري: ج۱، ص ۸۲. مسلم: ج۱، ص ۲۷۵

۵۰۳۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ...... حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز صبح ادا کر، پھر طلوعِ شمس تک نماز سے رکا ر..... یہاں تک کہ تو نمازِ عصر ادا کرے۔ پھر غروبِ شمس تک نماز سے رکا رہ۔

۵۰۴۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

تُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ اجْتَنِبِ الصَّلَاةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ.[2]

تو صبح کی نماز پڑھ، پھر سورج بلند ہونے تک نماز سے اجتناب کر۔

۵۰۵۔ حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ صبح کے بعد سورج نکلنے تک اور نمازِ عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز پڑھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی جلد اول صفحہ ۲۵ پر **باب ما جاء في كراهية الصلاة بعد العصر وبعد الفجر** کا عنوان قائم کیا ہے اس کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث درج کی ہے۔

اس کے بعد حسب معمول **وفي الباب** کے تحت ۱۸ صحابہ کرام کے نام لکھے ہیں۔ جن سے فجر وعصر کے بعد ممانعتِ نماز کی حدیثیں مروی ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] مسلم: ج۱، ص ۲۷۶. مسند الإمام أحمد بن حنبل

[2] مسند إسحاق بن راهويه

[3] مسند إسحاق بن راهويه

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَأَبِيْ سَعِيْدٍ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُب وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَع وَزَيْد بْنِ ثَابِت وَعَبْدِ اللّٰه بن عَمرو وَمُعاذ بن عفراء وَالصُّنَابِحِيّ —وَلَمْ يَسْمَعْ مِنَ النَّبِيّ ﷺ— وَعَائِشَةَ وَكَعْبِ بْنِ مُرَّة وَأَبي أُمَامة وَعَمرو بن عَبَسَةَ وَيَعْلَى بن أُمَيَّة وَمُعَاوِيَة رضی اللہ عنہم

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو شامل کرنے سے بیس نام بنتے ہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم صفحہ ۷۶ پر ترمذی کی مذکورہ عبارت نقل کرکے پانچ ناموں کا اضافہ کیا ہے اور لکھا ہے:

وَفِي الباب أيضًا عَنْ سَعْد بن أبي وَقَّاصٍ وَأَبِيْ ذرٍّ الغفاري وَأبي قَتَادَة وَأَبِي الدَّرْدَاء و حَفْصَة رضی اللہ عنہم

حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے التلخيص الحبير مع شرح المهذب جلد سوم صفحہ ۱۰۴ پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا اسما ذکر کرکے ایک نام کا اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَصَفْوَان بْن الْمُعَطَّل رضی اللہ عنہ وَغيرهم.

اپنے دور کے عظیم محدث حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے معارف السنن شرح ترمذی صفحہ ۹۶، ۹۷ پر مذکورہ بالا اسما کا ذکر کرکے چار ناموں کا اضافہ کیا ہے:

وَفِي الباب عن عبد الرَّحمٰن بن عوف وَمِسْوَر بن مَخْرَمة وَعَبد الرَّحمٰن بن أَزْهَر وَأَبِيْ أُسَيْد —في زوائد الهيثمي ج ۲ ص ۲۳۷— فهٰؤُلَاء ثَلَاثُون نَفْسًا مِّنَ الصَّحَابَةِ يَرْوُوْنَ ذٰلِكَ.

الغرض تیس صحابہ کرام سے نمازِ فجر وعصر کے بعد نماز کی ممانعت کی حدیثیں مروی ہیں۔ اس لیے امام طحاوی، محدث ابن بطال مالکی، علامہ مناوی، علامہ ابن عبد البر مالکی، علامہ سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہم جیسے محققین علمائے اعلام نے نماز فجر وعصر کے بعد ممانعتِ نماز

کی احادیث کو متواتر کہا ہے۔[1]

فائدہ: ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو نماز صبح کے بعد سنتیں پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔[2]

محقّقین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں:

جواب ۱: جواز والی حدیث خبر واحد ہے اور ممانعت کی مذکورہ بالا احادیث متواتر ہیں۔ باتفاقِ محدثین متواتر حدیث خبر واحد سے راجح ہوتی ہے۔

جواب ۲: ممانعت کی احادیث کے قرینہ سے جواز والی حدیث حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی خصوصیّت پر محمول ہے۔

جواب ۳: ممانعت کی متواتر احادیث سے یہ خبر واحد منسوخ ہے۔[3]

جواب ۴: یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إسناد هذا الحديث ليس بمتصل.[4]

اس حدیث کی سند متّصل نہیں ہے۔

پانچ مکروہ اوقات میں دوگانہ طواف اور نفل نماز ممنوع ہے:

جمہور علما کی تحقیق میں درج ذیل اوقات میں نفل نماز اور دوگانہ طواف ممنوع ہیں:

۱۔ سورج طلوع ہونے کے وقت۔

۲۔ دوپہر کو جب سورج سر پر ہو۔

۳۔ سورج غروب ہونے کے وقت۔

۴۔ صبح کی نماز کے بعد طلوعِ شمس تک۔

---

[1] معارف السنن شرح الترمذي: ج۲، ص ۱۲۱

[2] المشكاة: ص ۹۵. أبو داود، الترمذي، ابن ماجه

[3] معارف السنن شرح الترمذي: ج٤، ص ۹۹

[4] الترمذي: ج۱، ص ۵۷

۵۔ عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک۔

ممانعت کی دلیل وہ متواتر احادیث ہیں جو تیس صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ جن کا مشترکہ مفہوم ہے:

لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.[1]

ان میں سے بعض کا تفصیلی اور بعض کا اجمالی بیان پہلے گزر چکا ہے نیز ان اوقات میں ممانعت نماز کی مطلق متواتر احادیث کے علاوہ درج ذیل خصوصی احادیث بھی حجّت ہیں۔

۵۰۲۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ ﷺ أَنَّهُ طَافَ بَعْدَ الْعَصْرِ أَوْ بَعْدَ الصُّبْحِ وَلَمْ يُصَلِّ فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.[2]

حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے عصر یا نماز صبح کے بعد طواف کیا اور طوافِ دوگانہ نہیں پڑھا۔ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد طلوعِ شمس تک اور عصر کی نماز کے بعد غروبِ شمس تک نماز پڑھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ جلد سوم صفحہ ۴۳۸ پر اس کی بعض سندوں کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔[3]

پھر آپ کا یہ عمل صحابہ کرام کی ایک جماعت کے سامنے تھا، لیکن کسی صحابی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔

---

[1] صحاح ستہ وغیرہ [2] مسند إسحاق بن راهويه. مسند الإمام أحمد: ج٤، ص٢١٩. البيهقي، إسناده حسن. آثار السنن: ص ٢٣٩ [3] حاشية نصب الراية: ج١، ص ٢٥٣

۵۰۷۔وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ طَافَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ فَرَكِبَ حَتَّى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِي طُوًى.[1]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نمازِ صبح کے بعد طواف کیا۔ پس سوار ہوئے، حتیٰ کہ ذی طویٰ (ایک مقام کا نام ہے) میں پہنچ کر دوگانہ طواف ادا کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ترمذی جلد اول صفحہ ۱۰۶ پر بلا سند زیادہ واضح مروی ہے اس میں ہے **فصلی بعد ما طلعت الشمس.** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلوعِ شمس کے بعد طواف کا دوگانہ ادا کیا۔

افضل یہ ہے کہ طواف کے بعد متّصل دوگانہ طواف ادا کیا جائے اور مسجد حرام میں مقامِ ابراہیم کے قریب ادا کیا جائے۔ بلاعذر اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا یا مسجد حرام سے باہر ادا کرنا خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا افضلیت کی ان تمام وجوہ کو نظر انداز کرتے ہوئے مسجد حرام سے دور مقامِ ذی طویٰ میں تاخیر سے ادا کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیق میں نماز صبح کے بعد دوگانہ طواف ادا کرنا درست نہیں تھا۔ پھر آپ کا یہ عمل صحابہ کرام کے سامنے تھا، لیکن کسی صحابی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔[2]

۵۰۸۔وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: إِذَا أَرَدْتَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ أَوِ الْعَصْرِ فَطُفْ وَأَخِّرِ الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ أَوْ حَتَّى تَطْلُعَ فَصَلِّ لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ.[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ جب تو نمازِ فجر یا نمازِ عصر کے بعد بیت اللہ کے طواف کا ارادہ کرے تو طواف کر اور نماز کو موخر کر، یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے یا طلوع

---

[1] البخاري: ج١، ص ٢٢٠ باب الطواف بعد الصبح والعصر معلقا. الموطأ للإمام مالك. و السنن للبيهقي: ج٢، ص ٤٦٣

[2] عمدة القاري شرح البخاري: ج٩، ص٢٧٢ [3] مصنف ابن أبي شيبة

ہو جائے پھر ہر سات چکروں کے لیے ایک دوگانہ ادا کر۔

حافظ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح بخاری جلد سوم صفحہ ۳۹۲ پر فرماتے ہیں:

وهذا إسناد حسن.

اور یہ سند حسن ہے۔

تنبیہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

۵۰۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ! لَا تَمْنَعُوْا أَحَدًا طَافَ هٰذَا الْبَيْتَ وَصَلّٰى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ.[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبد مناف! جو شخص رات یا دن کے کسی حصہ میں بیت اللہ کا طواف کرنا چاہے اور نماز پڑھنا چاہے، تم اس کو مت روکو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مکروہ اوقات میں نماز کی ممانعت کی حدیثیں متواتر ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور یہ خبر واحد ہے، محدثین کرام کے ہاں متواتر کے مقابلہ میں خبر واحد مرجوح ہوتی ہے، دوسرے اس میں اربابِ انتظام کو خطاب ہے کہ تم کسی مسلمان کو طواف و نماز سے نہ روکا کرو۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ منتظمین عام مسلمانوں پر اللہ کے گھر میں پابندیاں نہ لگائیں، ان کو پریشان نہ کریں۔ یہ ایک انتظامی ہدایت ہے اور اس حدیث کا رخ انتظامیہ کی طرف ہے، نمازیوں کی طرف نہیں ہے۔ نماز پڑھنے والوں کو آپ نے بار بار کھول کر بتلا دیا ہے کہ اوقاتِ خمسہ میں نماز منع ہے۔[2]

۵۱۰۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى يَغِيْبَ الشَّمْسُ إِلَّا بِمَكَّةَ إِلَّا بِمَكَّةَ.[3]

---

[1] أبو داود، النسائي، الترمذي، ابن ماجه. المشكاة: ص ۹۵. وصححه الترمذي

[2] المرقاة شرح المشكاة: ج۳، ص ۵۰ مع الوضاحة

[3] مسند أحمد. الدار قطني. البيهقي. المشكاة: ص ۹۵ وغيره

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز درست نہیں، مگر مکّہ میں، مگر مکّہ میں، مگر مکّہ میں۔

یعنی مکّہ مکرمہ ممانعت سے مستثنٰی ہے۔

جواب: علامہ ابن دقیق العید الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الإمــام میں اور محقّق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۲۳ پر اس حدیث کو چار وجہ سے معلول اور ضعیف لکھا ہے جس کی تفصیل نصب الرایہ جلد اول صفحہ ۲۵۴ پر درج ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

هُوَ مَعْلُوْلٌ بِأَرْبَعَةِ أُمُوْرٍ : اِنْقِطَاعُ مَا بَيْنَ مُجَاهِدٍ وَأَبِيْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ وَضُعْفُ اِبْنِ الْمُؤَمَّلِ وَضُعْفُ حُمَيْدٍ وَاِضْطِرَابُ سَنَدِهٖ.

یہ حدیث چار وجہ سے معلول ہے اور ضعیف ہے: سند متّصل نہیں، مجاہد اور ابو ذر کے درمیان کوئی راوی محذوف ہے، اس کا راوی ابن المؤمل ضعیف ہے، اس کا دوسرا راوی حمید بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں اضطراب واختلاف ہے۔

اس کے راوی ابن المؤمل کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيْثُ اِبْنِ الْمُؤَمَّلِ مَنَاكِيْرُ.

ابن المؤمل کی حدیثیں منکر اور ضعیف ہیں۔

نقاد محدث یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ.

وہ ضعیف الحدیث ہے۔

اور اس کے دوسرے راوی حمید کے متعلق امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حُمَيْدٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

حمید قوی نہیں۔

نیز امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس سند کے متعلق لکھتے ہیں:

وَمُجَاهِدٌ لَمْ يُدْرِكْ أَبَا ذَرٍّ.[۱]

مجاہد نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔لہٰذا یہ روایت منقطع ہے۔

نماز کی ممانعت کی متواتر احادیث کے مقابلہ میں ایسی ضعیف ومجروح روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم

هذا آخر ما أردنا بيانه لنصح أهل الإسلام بتوفيق الله تعالى وكرمه ومنّه وفضله. اللّٰهم تقبّله لرضاك واجعله لي وسيلة لفلاح الدّارين. آمين

[۱] نصب الراية: ج۱، ص ۲۵۴